

بادشاہی

از

مُصَوِّرِ جذبات علامہ سرِ حسن خان صاحب شاہ جہاںپوری

مصنف سیرتِ رسول و غیرہ

جسے

بعد اخذ حقوق اشاعت دائمی شیخ رضی الدین قریشی نے

ادریس المطالع دہلی میں چھپوا کر

ن وارنکے پو بجامع مسجد دہلی سے شائع کیا

قیمت ایک روپیہ

پہلی بار

جادو اثر شوہر کے خطوط کا مجموعہ

کتاب

سائنس محبت

پڑھیں

جس میں تعلقات انسانی کے ہر شعبہ کی بذریعہ خط و کلام کی سب سے پوری بتایا گیا ہے
کہ دریا سے محبت میں ڈوبے ہوئے خطوط کیسے ہوتے ہیں اور کس طرح نکلے جاتے ہیں
اگر محبت کے خطوط آپ کو لکھنے نہیں آتے تو اس کو ضرور پڑھیں
اس کتاب کے ۴ باب ہیں۔ اور ہر ایک باب علیحدہ عنوان پر لکھا گیا ہے اس کتاب
میں نہایت دلچسپ خط و کتابتیں درج ہیں کہ ایک حسین و جمیل رقصہ غریب اور بھولے
بھالے نوجوانوں کو یوں کر اپنے پھندے میں پھالتی ہے اور یہ اپنی دوکانداری کو کس کس طرح چمکاتی
دہ کیا کیا ادائیں میں جنکے نادان نوجوان شکار ہوتے ہیں۔ نیز اس کے حسن ظاہری کی حقیقت
کیا ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ زن و شوہر کی یہ لطف خط و کتابت کیا ہوتی ہے اپنی
روٹی ہوئی بیوی کو اپنی جادو اثر تحریر کے ذریعہ شوہر کس طرح مناتا ہے اور عقلمند بیوی اپنے
گمراہ شوہر کو کیوں کر راہ راست پر لاتی ہے۔ اس کتاب میں نہایت نازکے انداز سے یہ بتایا ہے
کہ دوست احباب عزیز و اقارب میں مخلصانہ خط و کتابت کا کیا ڈھنگ ہونا چاہیے۔ نیز محبت محبوب کے
درمیان عشق و محبت کے جذبات میں بسے ہوئے خطوط ایسے رنگیئے انداز میں حضرت علامہ
ابوالبلیان آزاد نے ارقام فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے کے جذبات محبت میں جوش آ جائے
کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی عمدہ قیمت صرف ۸ روپے علاوہ محصول ڈاک۔

منجہد شاندار بک پوچا مع مسجد دہلی

سیرۂ نبیہ سلام

خیام کا نام عمر۔ لقب غیاث الدین، کنیت ابو الفتح، اور تخلص خیام تھا۔
 خیام کے والد احمد ابراہیم نشاپور کے مشہور تاجر اور جمعیۃ امراء کے معتبر تھے۔
 عمر خیام ۴۹۹ھ شعبان ۱۱۰۰ھ ہجری (مطابق ۱۱ دسمبر)
 کو صبح صادق کے وقت نیشاپور میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی حالات

شروع سے نہایت ذہین، تیز طبیعت، سنجیدہ اور عاقل تھے۔ حافظہ اس قدر
 تیز تھا کہ کسی بات کو سنا اور حفظ ہو جاتا۔ یہ دونوں باتیں ان کے واسطے ایک تھیں۔
 ۵۱۹ھ ہجری میں ان کو دارالعلوم الطائیفہ میں داخل کیا گیا۔ وہاں انہوں نے
 سب سے پہلے قرآن مجید حفظ یاد کیا۔ پھر فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، اور علم کلام کی کتابیں
 ختم کیں۔ ۵۳۰ھ ہجری میں وہ حضرت امام موفق کے صلفہ درس میں شامل ہوئے۔
 رئیس المتکلمین حضرت امام موفق رحمہ اللہ اس زمانہ کے مایہ ناز ادیب خطیب، اور سب
 بڑے محدث و مفسر تھے۔

عمر خیام ان کا بے انتہا احترام کرتے تھے، خود اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں۔
 حضرت امام موفق رحمہ اللہ جب تک زندہ رہے میں نے کبھی ان کے مکان کی طرف پاؤں نہیں
 پھیلے۔

عمر خیام کے دماغی اوصاف غیر معمولی اور ان کی قوت تخیل اعلیٰ درجے
 کی تھی۔ ارادے کے نہایت مضبوط تھے۔ کامل غور و فکر کے بعد جو فیصلہ

غور و فکر

کرتے اس پر آخر تک قائم رہتے تقریباً نہایت سنجیدہ اور محسب اور کثیر المعالی ہوتی تھی۔

اخلاق غریباام کے صحیفہ اخلاق میں حلم و تواضع، رحم و کرم، اور صریح و استقلال کا عزم ان نہایت جلی تھا۔ وہ ایک بابائے ادیب اور شاعر تھے۔ لیکن ان کے

مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ مالی اعتبار سے کافی با عظمت تھے لیکن غریبوں کے لئے سراپا لطف و کرم تھے۔ غنود و درگزر کے بادشاہ تھے لیکن فریب رہنماؤں کے بدترین دشمن تھے۔ آپ کے ذاتی دشمنوں سے کبھی انتقام نہیں لیا لیکن حق و صدا کے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کیا۔ جرات و بیباکی اور درجے موجود تھی، ادائیات کے اظہار میں بڑے بڑے شخص کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

مقامت و وقار خیاام نہایت پاکیزہ طبیعت، لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے۔ لباس اور وضع قطع میں خوبصورت اور نفاست کا

بہت خاص رکھتے تھے۔ ان کا پھول تھا کہ خلوت آداب سے دو گھنٹہ پہلے بستری اٹھتے اور حواج حوری کی فاریغ ہو کر غسل کرتے، پھر لباس میں طرح طرح کی خوشبوئیں لگا اس کے بعد نہایت خشریغ و خضوع کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے۔

سکھنے پر پہنے کی جگہ بھی بے حد صاف رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص ذرا بھی بے احتیاطی اختیار کرتا تو اسے فوراً مجلس سے باہر نکال دیتے تھے۔

بارگاہ سلطنتی میں پیرائی نظام الملک طوسی رح چونکہ حکومت سلجوقی کے صدر اعظم اور مختار کل تھے اور وہ عمائد خیاام

کے بہترین دوست تھے۔ اس لئے عمائد خیاام اکثر باپ عالی میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔

عزیز السلطان ملک شاہ سلجوقی (فرار دئے اصفہان) خیاام کا بہترین ہمدرد و مددگار کے فضل و کمال کا معترف تھا، شاہ مجری میں سلطان نے

ہے حد کو شش کی خیتام کو نائب صدر اعظم بنا دیا جائے لیکن انہوں نے اس خدمت کو قبول نہیں کیا۔ تاہم سلطان کی طرف سے ان کو بارہ سو روپے سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔
خیام قدرتی طور پر نہایت رحمدل اور فیاض تھے ان کی اثار سید
فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب ان کے گھرا چھا کھانا پکتا تو سب سے پہلے غریب طالب علم کو بھیجتے پھر خود کھاتے تھے اسی طرح جب نیا کپڑا خریدتے تو دو چار تھکان غریبوں کے لئے بھی خریدتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کا یہ بھی معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اپنے تمام دوستوں کو ساتھ کھلاتے اور شریف اہل حاجت کو بلا سوال دیتے تھے۔

انذار استغناء انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش مال و دولت ہے لیکن خیام نے کبھی ان چیزوں کی پرواہ نہ کی، اور عزت نفس کے مقابلے میں ہمیشہ دنیاوی مال و متاع کو ٹھکرا دیا۔ ایک مرتبہ حاکم نیشاپور نے حکم خیام سے یہ درخواست کی کہ آپ میرے بچوں کو ادب کی کتابیں پڑھا دیجئے اور میں اس خدمت کے معاوضہ میں آپ کو دس ہزار روپے دوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میرے مکان پر حاضر ہو کر بچوں کو پڑھائیں۔

خیام نے کہا: یہ علم کی انتہائی توفیق ہے کہ میں آپ کے راجہ کے پر حاضر ہو کر فرض تعلیمی انجام دوں۔ اگر آپ میری خدمات سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے بچوں کو میرے مکان بھیجئے تاکہ وہ بھی غریب طالب علموں کے ساتھ تعلیم حاصل کریں اور ان کے جذبہ نخوت کا فائدہ نہ ہو جائے۔

حاکم نے اس تجویز کو ناپسند کیا۔ اور خیام نے دس ہزار روپے کو نظر انداز کر دیا۔

اسی موقع پر یہ رباعی لکھی گئی۔

سرور قدش اگر نہم محصل بود

جانم بقاءے آل کہ او اہل بود

دورخ بہ جہاں نہجت نا اہل بود

غواہی کہ بدانی بہ یقین دوزخ چہیت

(ترجمہ) میری جان اس شخص پر قربان جلاؤں گی۔ ایسے شخص کے قدموں پر اگر میں اپنا سر بھی رکھ دوں تو یہ آسان ہے، تو اگر یقین کے ساتھ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دوزخ کچھ چیز ہے تو میں تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ دنیا میں دوزخ نااہل کی صحبت ہے۔

کلام خیام کی قدرت خیام کی وفات کو آٹھ برس کا زمانہ ہو گیا۔ لیکن اب تک سرکا بلند پایہ کلام مشرقی و مغربی تعلیم یافتہ حضرات کے دلوں پر اپنی شہرت

و عظمت کا سدا سطرچ بھٹاتے ہوئے ہے جس طرح کہ نامور ادبا و فضلا کسی شہنشاہ سخن کی بارگاہ میں اپنی ارادت و عقیدت کا تذکرہ گزارنا عین سعادت سمجھتے ہیں۔ خیام مر گیا۔ اور آٹھ سو منزلیں گزر چکیں۔ مگر اس کا اگر انقدر کلام ابھی زندہ ہے۔ دنیا میں جس قدر روشن دماغ اور بلند افراد کی کثرت ہوتی جا رہی ہے کلام خیام کے اسرار و معارف کے سمجھنے والے اس قدر بڑھتے جا رہے ہیں۔

نامور مسودے رباعیات عمر خیام کے اصل مسودے اس قدر نایاب ہیں کہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ امرار و روسا تو درکنار بڑی بڑی سلطنتیں ہاتھ پھیلا بھی ہیں۔ چنانچہ انڈیا باؤس لندن میں رباعیات عمر خیام کا کوئی مسودہ نہیں۔

پیرس کے کتب خانہ شاہی میں بھی کوئی نسخہ موجود نہیں۔ البتہ انگلستان میں صرف ایک نسخہ ہے جو ۱۴۶۷ء میں بمقام شیراز دستیاب ہوا تھا۔ کلکتہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ میں خیام کی صرف ۵۰ رباعیات ہیں مگر یہ بھی نامکمل و ناقص بتائی جاتی ہیں پرفیسر سی۔ آر۔ گودوند نے ایران کے ایک مشہور سوداگر کے پاس خیام کی ۱۵ نقلی رباعیات دیکھی تھیں۔ جن کو اس نے سنہری چوکنٹے میں نہایت محفوظ طریقہ سے چھپا کر رکھا تھا۔

خیام کی قیصر خیام کا شاگرد خواجہ نظامی تبریزی اپنے استاد کی اعلیٰ ترین شخصیت اور خیام کی قیصر نظم و فن کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ بیان کرتے ہیں: ”بچے ایک روز ایک خوشنما و فریب باغ میں اپنے استاد عمر خیام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دوران

گفتگو میں عمر خیام نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر ایسی جگہ ہوگی جہاں شاہ کی ہوا بھرے گا اب کے پھول بکھیر کر مٹی
ایک زمانہ کے بعد جب مجھے پھر نیشاپور جانیکا اتفاق ہوا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اتنا دیکھزار جو باغ
کی دیوار کے ساتھ میری جانب واقع ہے شہر دار درختوں کی ٹہنیاں جھکی ہوئی ہیں ہوا ابل ہی ہو
اور دو گلاب کے سرخ پھول جو ٹہنی سے ٹوٹ کر مزار پر گر پڑے تھے ہوا سے ہل رہے ہیں میں نے ایک آہ
سہجری اور دہریا کہا کہ خیام بلاشبہ حقلو تھا

غریب نوازی

خیام کو غریبوں کے انتہا محنت تھی اور انہیں سہرا پالطف درم تھے۔ ان کے
پاس دو غریب ملازم تھے جنکو وہ اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے انکا معمول
تھا کہ سردی کے موسم میں اکثر انکو اٹھکراپنے آپ پانی گرم کر لیتے ایک مرتبہ انکے ایک دوست
نے کہا اگر آپ کسی خادم کو ہایت کر دیں وہ روزانہ پانی گرم کر سکتا ہے خیام نے کہا نہیں رات
انکے آرام کیلئے ہے انکے پہلو میں بھی ایک ایسا دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش ہوتا ہے اور جو بُرے سلوک
سے ناخوش ہوتا ہے پس میں انکی راحت کو برباد کرنا نہیں چاہتا ایک دوسرا واقعہ کتاب الوصایا میں رقم ہے کہ
ایک مرتبہ ایک مینی مسافر خیام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا میں بھی آج
سے چند روز پہلے ایک آسودہ حال شخص تھا لیکن افسوس آج میں ایک ایک شے
کے لئے محتاج ہوں مجھ پر ایک یہودی کا چار سو روپیہ قرض ہے جسے میں کسی طرح
بھی ادا نہیں کر سکتا خیام نے اس یہودی کو اپنے پاس بلایا اور اس مینی شخص کا قرض
اپنے پاس سے ادا کر دیا اسی طرح ان کا یہ بھی معمول تھا کہ اگر کسی شخص کے متعلق
ان کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ بیمار ہے اور کوئی اس کا نگراں نہیں ہے تو وہ فوراً سر کی
تیمارداری کے لئے پہنچ جاتے اور اپنے گھر سے اس کے لئے کھانا بھیجتے تھے

خیام کے تعلقات امراء و سلاطین سے

تذکرہ دولت شاہ سمرقندی میں لکھا ہے
کہ عمر خیام کے تعلقات سلطان سلجوقی کے
ملاوہ رئیس الطاکبہ رئیس مدائن اور امراء شام سے بھی غیر معمولی تھے اور یہ امراء

حکیم موصوف کا بے حد احترام کرتے تھے۔ علامہ ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔
 ۳۷۵ھ ہجری میں عمر خیام امرائے عراق و شام کے سراج اور مشیر اعظم تھے، ہر کام
 ان کے مشورے سے پایہ تکمیل کو پہنچاتا تھا۔ اور ان ممالک میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص
 عظیم المرتبت نہ سمجھا جاتا تھا۔

علامہ ابن عسکرم تاریخ الامراء میں لکھتے ہیں۔
 عہد ملک شاہی میں عمر خیام علم و حکمت کے شہنشاہ تھے کوئی شخص ان سے بڑھ کر عظیم المرتبت
 نہ تھا۔ امرائے عراق و شام ان کے فضل و کماں کے معترف تھے اور امور مملکت میں انکو
 اس قدر مداخلت تھی کہ وزراء کے احکام بھی ان کی رائے لینے کے بعد نافذ ہوتے تھے
 خیام اگرچہ بے حد سادہ طبیعت، اور انکسار پسند تھے لیکن پھر بھی کسی امیر کبیر اور رئیس اعظم
 کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ بے تکلف ہو کر ان کے سامنے غیر مہذب انداز بیان اختیار کرے
 (تاریخ الامراء جلد اول صفحہ ۳۳۷)

۳۷۵ھ ہجری میں خیام کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار روپے تھی، مگر کبھی
 ان پر نہ کوڑہ و جب نہیں ہوتی کیونکہ سال گزرنے سے پہلے وہ اپنی کل
 آمدنی غریب نوازی میں صرف کر دیتے تھے۔ اور ۳۸۶ھ ہجری میں ان کی سالانہ آمدنی
 تیس ہزار سے بھی زائد تھی، لیکن اس کثیر رقم کو بھی وہ غریبوں کی داد اور پووائی
 و شکاری میں صرف کرتے تھے۔
 (تاریخ الامراء صفحہ ۳۳۷)

خیام کے صحیفہ اعمال میں حق پسندی کا عنوان بھی نہایت
 حق پسندی جلی ہے جس بات کو وہ حق سمجھتے تھے اس کے اظہار میں کسی
 کی برداشت نہ کرتے تھے۔
 مورخ ابن عسکرم کہتے ہیں کہ ربیع الاول ۳۸۶ھ کو ابو جعفر سفہ

والہی ابصرہ عمر خاتم کو طلب کیا۔ ابو جعفر نے منظر ظالم اور سب ادب پسند تھا۔ اس نے ایک رسمی گفتگو کے بعد خاتم سے کہا آپ مجھے کوئی اچھی بات سنائیے خاتم کو یہ الفاظ سن کر اس بات کا موقع حاصل ہوا کہ ابو جعفر کو اس کے ظلم و جور پر متبہ کریں انہوں نے یہ حدیث انتخاب کر کے سنائی۔

قیامت کے دن خدا سے قدر و کس کا محبوب ترین ہندہ وہ انصاف پسند بادشاہ ہوگا جو ہر معاملے میں انصاف کو سامنے رکھتا ہے۔ اور بدترین مجرم ہوگا جو غریب و یتیم کو ظلم کرتا ہے۔ اور بد نفسانی خواہشات کا غلام ہے۔ ابو جعفر جیسے ظالم کے سامنے یہ جرات کوئی معمولی بات نہ تھی خود عمر خاتم بکھتے ہیں۔ ابو جعفر کی فہر آلود نگاہ دیکھ کر بیٹھے اپنے قتل کا یقین ہو گیا تھا لیکن الحمد للہ شہر کا دل پر اس کے فہر و جلال کا بالکل اثر نہیں ہوا۔

(تاریخ الامراء جعفریہ ص ۳۷۶)

خاتم کے متعلق ان کے ہم عصر ادیبوں کے محسوسات | ذویب بن سلم

کے معتمد خاص اور ایک زبردست فلسفی تھے۔ اپنی مشہور تصنیف رُوح المعانی میں لکھتے ہیں۔ سب سے پہلے میں نے عمر خاتم کو سنہ ۳۳۲ ہجری میں حضرت امام موفق رحمہ کے صلفہ درس میں دیکھا ہے۔ پھر سنہ ۳۶۵ ہجری میں آخری ملاقات ہوئی۔ یہ شخص سچید ذہن تیز طبیعت، اور ایک بے پناہ مفکر تھا، قدرت نے اسے فکر بلیغ، طبع سلیم، ذہن سار اور عقل اکتہ سنج عطا فرمائی تھی۔ میں اکثر یہ خیال کرتا تھا کہ یہ شخص عنقریب لوگوں کا مسود بن جائے گا۔

(روح المعانی)

عبدالرحمن بن اسد جو حضرت امام موفق کے بہترین شاگرد ہیں۔ اپنی مشہور تصنیف جامع المعارف میں لکھتے ہیں۔

خیام قدرتی طور پر نہایت ذہین اور ایک بے مثل مفکر تھا، قدرت نے اسے بے اندازہ خوبیاں عنایت فرمائی تھیں۔ اس کی تقریر نہایت سنجیدہ اور کثیر المعانی ہوتی تھی۔ ذہن رسا اور طبع سلیم کے لحاظ سے وہ اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ بایں ہر فضل و کمال اس کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور وہ نہایت خلیق اور جہاں نواز تھا۔
(جامع المصارف)

سہیل ابن عمر جو حکیم ابن سینا کے مایہ ناز شاگرد اور مملکت سلجوقی کے نامور مالیات تھے اپنی مشہور کتاب المیزان الاخلاق میں لکھتے ہیں۔
خیام باوجود ایک زبردست فلسفی اور ایک قابل مفکر ہونے کے بے انتہا سادہ مزاج، شیریں زبان اور بردبار تھا۔

میں نے اسے ہر لحاظ سے کامل پایا۔ اس کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جھوٹ سے اسے بے حد نفرت تھی۔ اور تدبیر اور دوراندیشی میں بھی اس کا پایہ نہایت بلند تھا۔
(میزان الاخلاق)

حکیم بن حارث جو جامع نیشاپور کے خطیب اور بے مثل محدث تھے اپنی کتاب الذرّ المکنون میں لکھتے ہیں۔

ابوالفتح خیام اور میں سنہ ۴۳۳ ہجری میں ہم سبق تھے۔ اکثر ہم آپس میں مناظرہ بھی کیا کرتے تھے۔ خیام بے حد ذہین تھا۔ اس میں غیر معمولی ذکاوت کے آثار پائے جاتے تھے۔ سنہ ۴۳۶ ہجری تک ہم ایک ہی درسگاہ میں پڑھتے رہے۔ پھر میں بیت المقدس چلا گیا۔ سنہ ۴۳۵ ہجری میں جب میں نیشاپور آیا تو خیام آسمان عظمت پر مہر و ماہ بن کر چمک رہا تھا۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور نکتہ سنجی مشہور ہو چکی تھی۔ امرار شام و فارس اس کی قابلیت کے معترف تھے۔ اور کسی امیر کی یہ مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے بے تکلف ہو کر غیر سنجیدہ بات چیت کر سکتا۔
(الذرّ المکنون)

خیام کی دلی حیثیت

خیام کو قدرت نے غیر معمولی دل و دماغ عطا فرمایا تھا اس کی طبع سلیم اور فکر بلخ بے مثل تھی۔ ان ہی کمالات نے اسے آسمانِ عظمت کا آفتاب بنا دیا تھا۔

اس کے کلام کی شیرینی، انداز بیان کی ندرت، اور لفاظ کی بندش، اس بلا کی تھی کہ سننے والے حیرت کرتے تھے۔

اس کے محاسن کلام کو سامنے رکھ کر علامہ بن غلام اپنی کتاب تاریخ الامراء میں لکھتے ہیں :

بذات کی دلکش تصویر، ندرت کی سنگینی، اور جدت کی شادابی جیسی خیام کے کلام میں نظر آتی ہے۔ کسی مشرقی شاعر کے کلام میں نہیں ہے۔ خیام ایک سحر حراز خلیب، ایک معصوم جذبات، اور ایک نقاشِ فطرت ہے۔ وہ تاثرات و محسوسات کی ایک روح پرور تصویر کھینچا رکھتا ہے۔ اور اس کے اشعار میں حسن بندش، ترکیب لفاظ، اور انداز بیان کی پختگی کے ساتھ ہی جو بہتگی نظر آتی ہے اس کی لفظ تلاش سے بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اور یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس نے اسے اس کے معاصرین میں بلند کر دیا تھا۔

دامنِ تقدس کی دھجیاں

خیام پر ایک سنگین الزام یہ ہے کہ وہ داعیانِ معرفت کا سخت مخالف ہے۔ اور مذہبی ہدایات کو افشا

مخف "سمجھتا ہے۔ اس بیان کے ثبوت میں اس کی چند باعیات پیش کی جاتی ہیں جس میں اس نے "جراتِ رندانہ" کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس الزام کی تردید کرتے ہوئے علامہ عبدالرحمن بن اسید اپنی مشہور تصنیف جامع المعارف میں لکھتے ہیں۔

خیام کی نسبت یہ کہنا غلط ہے کہ وہ داعیانِ معرفت کا مخالف ہے۔ اصل حقیقت

یہ ہے کہ وہ کسی خاص وضع قطع کو، سدا ہم تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ایمان و اعتقاد کی روشنی میں سلام نام ہے صرف خدائے قدوس کی اور نہ بہتربک کہنے اور اس کی رضا و منشاء کے آگے جھک جانے کا۔ اور اس کا دعویٰ یہ ہے کہ سچا مسلمان صرف وہ ہے جو ظہر اور باطناً سب سے پاک پر کھڑا ہو رہتا ہے۔ اور اس کی ایک تیز کی شان یہ ہے کہ وہ شہر کی رہ میں دنیا کے تمام رشتوں کو ٹھکرا دیتا ہے اور رشتہ میں کی حکومت کو بھی پیچ سمجھتا ہے۔ اگر یہ صفات کسی شخص میں موجود نہیں ہیں تو وہ اسے دائمی روحانیت تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے فریب کار اور زہد فروش کہتا ہے۔ سب رہا اس کے مذہب ہوئے کامرہ اس کی تردید کسی راہی سے ہوتی ہے۔

بکشتے دے کہ درکشایدہ تونی بنمائے سبے کہ رہ نمایندہ تونی
من دست بر پیچ و ستارے کایث بہ ہمدانی نہ وہ ہمدانی
(ترجمہ) پروردگار! تو ہی میرے سب سے بہت محبوب ہے کیونکہ دروزوں کا
کھونے والا تو ہی ہے۔ اور سب سے زیادہ ہدایت رکھنا کیونکہ وہ دکھانے والا ہی ہے تیرے
سوا کسی دوسرے کے ہاتھ میں پناہ تھ نہیں دے سکتا کیونکہ وہ سب تیری ہی۔ در
بقا صرف تیرے لئے ہے۔

خیام اور لوی پرچہ | ایک نفل منکر در ایک زبردست فلسفی کی حیثیت سے
غریب و مست عیسوی سے یارب ہمہ بہت مشہور ہے

لیکن ایک سحر طراز، دیب و ربک سحر لبان شاعر کی حیثیت سے اس کا وہاں
تعارف ۶۴۸ عیسوی میں ہوا۔

اس تعارف کی دیکھ بھال داستان یہ ہے کہ آخر ۶۴۶ عیسوی میں ہی
ایچ، مارش، ایک بہترین یورپین دیب (انے نیشاپور، ہرات، دمشق و بغداد
کا دیکھ بھال سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں سے خیام کی بھی باعیاں و مشاہدات

جنہیں اس نے اعلیٰ اہتمام و مجلس ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔ باغیوں کی اشاعت کے بعد خیام کی شخصیت اہل یورپ کے لئے مرکز تفتان بن گئی۔

۱۸۵۷ء عیسوی میں مشہور ادیب ن ماس، سنن نے خدایت میں خدایہ مشرعی سوسائٹی قلم کی جس کا اولین مقصد یہ تھا کہ خیام کی ترجمہ پر درجہ بابت شائع کی جائے اور ان کو بہترین اہتمام کے ساتھ شائع کیا جائے۔ یہ تحریک سو فیصدی کامیاب ہوئی اور ۱۸۵۷ء میں ربا عیات عمر خیام کے متعدد مجموعے شائع ہوئے جن میں دلفنڈ ہاسن کا ترجمہ سب سے بہتر تسلیم کیا گیا۔ ۱۸۵۷ء عیسوی میں فنڈ جیرڈ نے ایک بائبل سٹیس و عام انہم ترجمہ شائع کیا۔ یہ ترجمہ بے حد مقبول ہو رہا تھا۔ یورپ کے ہر گوشہ میں اس کی کاپیاں رو کی گئیں۔

۱۸۵۷ء عیسوی میں سر جرد میر نے ربا عیات عمر خیام کا ایک مشورہ پبلشنگ شائع کیا جو بے انتہا پسند کیا گیا۔

سی سنہ میں ربا عیات خیام کے فرانسیسی، جرمنی، وراہینی زبانوں میں بھی تراجم شائع ہوئے جو بے حد پسند کئے گئے۔ ۱۸۵۸ء عیسوی میں سراپڈورڈ جوزف نے ربا عیات خیام کو نہایت دقتوں اور روح پرور انداز میں شائع کیا۔ ۱۸۶۲ء میں سر ہرٹ وارڈن نے بہترین مضمون کے ساتھ نہایت کامیاب مشورہ پبلشنگ پیش کیا جسے خواص و عوام نے بے حد پسند کیا۔ ان تفصیلات سے یہ ظاہر ہے کہ یورپ میں خیام کی شاعری بے حد مقبول ہے اور وہ یورپ کے آسمان عظمت پر مہر و ماہ بن کر چمک رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آمد تیرے انداز میں جانے ما کاسے دے دیا خرابا لی دیوانہ ما
 بر خیز کہ پر کنیم پیانہ زستے زان پیش کہ پر کنے پیانہ ما
 ایک سحر کو جبکہ دنیا خواب راحت سے ہم آغوش تھی مگر قدرت کے رزق سے سب سے
 کی خوشگنیاں کرنے دار انسان اسرار کائنات کے مشاہد میں نہ وقت تھا کہ مینا
 سے آواز کی کہ اے دیوانے خرابی اٹھ اور فرصت کو نصیحت سمجھ۔ س سے پہلے کہ
 موت کی بہوشی چھٹا جائے۔ شراب کے پیلے بھرا درغہ و فکر سے آزاد ہو جا۔

(۱۲)

مے قوت جسم و قوت جانست مے کاشف اسرار نہانست
 دیگر طلب دنیا و عقیقے مکتم یک جرعد پر از ہر دو جہانست
 سنو۔ تمہارا جو جی چاہے سمجھو مگر میرے نے تو شراب دس دماغ کو روشن کریندی
 اور قدرت کے رزق سے سب سے کھونے دان چیرے ورجب دونوں جہان کی
 حقیقت بھر رکھ گئی تو ظاہر ہے کہ اس کا ایک گھونٹ مجھ کو دنیا و عقیقے سے مستفی کر دیتا

(۱۳)

روئے کہ بدست برہم جام شراب وز غایت خرمی شوم مست شراب
 صدمہ مجرہ پیدا کنم اندر ہر باب زیر طبع چو آتش و سمنہائے چو آب
 یہی تو وجہ ہے کہ جس وقت جام شراب لی کر میری طبیعت خوشی سے کھل جاتی ہے
 تو اس وقت میں اپنی آتش با طبیعت سے حکمت کی ایسی باتیں بیان کرتا ہوں
 جو تمہارے لئے مجرہ سے کہ نہیں ہوتیں۔ (۱۴)

یک جرعدے ز ملک کاؤس بہ است وز تحت قباد و ملکات ہوس بہ است
 ہر نالہ کہ رند سے بہ سحر گاہ رند از طاعت زہدان سالوس بہ است

ہاں، درزاہد ظاہر ہیں تو کہا جانے میں تو اس شراب کے ایک گھونٹ کے مقابلے
میں تخت قباد در ملک کیکاؤس کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا ہوں اور یہ اس لئے کہ
ایک رند خرابی جس وقت اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر سحر کو اپنے مالک حقیقی کے
سامنے شرم و مذمت میں ڈوبا ہوا نعرہ مارتا ہے۔ تو اس کا یہ دل سے نکلا ہوا نعرہ
مکار عبادت گزاروں کی ظاہری عبادت سے بہت زیادہ قابل قبولیت ہوتا ہے۔

(۵)

ماوے و معشوق دریں کنج خراب جان و دل و جام و جامہ درین شراب
فارغ ز امید راحت و بیم عذاب آزاد ز خاک و باد و ز آتش و آب
اس لئے میری رائے تو یہ ہے کہ اس فانی دنیا میں رحمت و عذاب کی امید
بیم اور غناہ کے جھگڑوں سے آزاد رہ کر جان و دل کپڑے اور پیالہ تک رہن کر دو
اور بس میں ہوں شراب اور محبوب۔

(۶)

چوں ہشیارم ز من طرب پہنان بہت چوں مست شوم در خرم نقصان بہت
حالیست میان مستی و ہشیاری من بندہ آل کہ زندگانی آن بہت
کیونکہ جب میں ہوش میں ہوتا ہوں تو فحشی ندارد ہو جاتی ہے در جب مست ہوتا
ہوں تو عقل کھد بیٹھتا ہوں البتہ مستی و ہوشیاری کے درمیان جو ایک بخودی کی
کیفیت ہے۔ مجھ کو تو وہ پسند ہے اور حقیقت میں زندگی نام ہی اس کا ہے۔
(غالب) مے سے غرض نشاط ہے کس نسیاہ کو

اک گونہ بخودی بچے دن رات چاہیے

(۷)

چنداں بخورم شراب کینے شراب آید ز شراب چوں روم زیر شراب

تا بر سر خاک من رسد مخمور سے از بوسے تراب من شود مست و خرا
 پس میری توبہ آرزو ہے کہ میں شراب حقیقت اتنی پیوں کہ میرے قبر کی مٹی
 سے اسرار حقیقت کے ذریعے چلنے لگیں اور اگر کوئی جو میرے حقیقت میری قبر پر آئے
 تو میری قبر کی مٹی سے استفادہ کرے ۛ

(۸)

گرے نخوری طعنہ مزین مستان را گرد مست و مد توبہ کنم بزدان را
 تو مخرب دیں کنی کہ من مے نخورم صد کار کنی کہ مے غلام است آن را
 اس لئے اپنی شراب نوشی کی حقیقت بیان کرنے کے بعد میں تم سے، تجا کرتا
 ہوں کہ صرف اس وجہ سے کہ تم شراب نہیں پیتے ہو شراب پیئے واسے پر حق و حق
 نہ کرو۔ میرے نزدیک ہر کوئی مخرب کی بات نہیں ہے کیونکہ صرف ایک شراب نہیں پیتے ہو
 تو یک سینکڑوں ایسے گناہوں کے ترکب ہوتے ہو کہ شراب کے گناہ کی ان کے ساتھ
 کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور اگر شراب پیا تمہارے خیال میں گناہ ہے تو اپنے خدا کے
 سامنے اقرار جرم کر کے توبہ کر لوں گا ۛ

(۹)

من مے خورم و مخالفاں از پیب دست گویند مخور بادہ کہ دیں را عداست
 چوں دلا تم کہ مے عدر سے دین است والشد بخورم خون عدر را کہ رواست
 اے تم کہسے نادان اور نا سمجھ ہو ذرا سوچو تو میں شراب پیتا ہوں تو ہر طرف سے
 لوگ کہتے ہیں کہ شراب دین کی دشمن ہے۔ اس کو نہ لی جب شراب دین کی دشمن
 ٹھہری تو پھر اس دشمن کا خون پیتے ہوں تو کیا بر ہے ۛ

(۱۰)

مے خور دن و شب بودن آہن من است نراش بودن ز کفر و دین دین من است

گفتہ بدو میں ہر کہ ہیں تو چسپیت گفتا دل خرم تو کا ہیں من، ست
 جہاں رہا بھی کہو۔ شرب دنیا درخوش رہنا نہ آئیں ہے رہا مذہب تو کفر
 ۔ سدھ سے فارغ رہا ہی یہ مذہب ہے۔ چنانچہ میں نے جب غور کیا کہ میں نے
 حیدرزہ میں رہنے کا بہترین اسباب کیا ہے تو معلوم ہوا کہ حیات چند روزہ کو خوشی
 و غمی سے کاٹ دینا ہی صحیح طریقہ ہے ۛ

(۱۱)

مے خوردن من نہ زرا سب طرب است نے ہر فساد و ترک دین و ادب است
 خواہ کہ تیرے ہر دم سب ہو مے خوردن و مست ہر دم میں سب است
 میں پیر ہتا ہوں کہ میں نہ بقتل و فساد و بیداری کے لئے نہیں پتیا ہوں نہ اس
 سے غم و غنا میں دور رہتا ہوں۔ آخر درختی تو بہت سے بدتر سے بدتر گناہ و نیات
 کے جس سے تیرے لئے اور تیرے لئے اب در حقیقت برائے کی جائے
 و شراب کا بیہوشی سب سے زیادہ بڑی چیز ہیں یہ میں نے اب صرف اس لئے
 بتا ہوں کہ میرے نفس پر ایک بھڑکی ہوئی ہے اور اخلاقی شرابوں کے
 بچ رہتا ہوں ۛ

(۱۲)

مے خور کہ ہر راحت روح تو آہستہ آہستہ چاہے دل مجروح تو ادست
 ہونے اب تھوڑا کر آہستہ و آہستہ در بادہ گریز کشتی روح تو ادست
 شرب پینے کا فلسفہ بان کرنے بدو خیال کہتا ہے کہ شرب پنی شراب اس
 کا پینے میں درجہ سے راستہ در مجروح دل کے لئے سکین ہے سب ہر طرف
 سے دنیاوی فکے درمیان ہونے پیا ہوتا ہے اس دشت شرب ہی میکر ہونے حوا
 سے بچنا ہی سب سے زیادہ سب سے زیادہ ہونے روح کے لئے کشتی کی طرح ہے

(۱۳۸)

مے نوش کہ عمر جاوونی این است خود خالصیت دور جوانی این است
 سہکام گل و مل است دیاراں ہرست خوش باش مے کہ زندگانی این است
 کہتا ہے کہ اگر عمر جاوانی عیبتے ہو تو شراب معزیت ہو کیونکہ یہ جوانی کا دور بھر
 واپس نہیں آتا ہے جب اعضا مفلح اور کمزور ہو گئے تو بھر یا د الہی میں بھی کسمپرسی و تسال
 واقع ہو جاتا ہے۔ مے اس موسم بہار اور باران سرست یعنی اہل دل اور ارباب
 باطن کی صحبت کو غنیمت جان اور حیات مستعد کے یہ چمنے مہنی خوشی گرا رہے اور
 اسی کا نام زندگانی ہے ۛ

(۱۳۹)

گویند کہ در بہشت حوریں خوابد و آنجا مے ناب و انگبین خوابد
 گرامے و معشوق پرستم روائست چوں عاقبت کار تہیں خوابد
 ہاں تم یہ بھی کہتے جاتے ہو کہ بہشت میں حوریں بھی ہوں گی شراب اور شہد بھی
 ہوگا۔ پھر اگر میں شراب پیتا ہوں اور محبوب کی پرستش کرتا ہوں تو القاف کرو کہ آخر
 اس میں کیا ہرج ہے۔ آخر انجام کا یہی نو ہونا ہے ۛ

(۱۴۰)

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیست ہاں تانہ دہی تو روز آدنیہ زوست
 در مذہب ماشند آدنیہ بیکست جبار پرست باشی نے روز پرست
 ہاں دیکھنا جب روزانہ شراب پیا ہی شغل ٹھیرا تو ایسا ہو کہ جمعہ کے دن کو
 متبرک بھکر اس دن شراب نہ پو کیونکہ اس کا مضرب یہ ہوگا کہ تم خدا پرست نہیں
 ہو بلکہ دوزخ کی پرستش کرینو اسے ہو دن تو اسی کے بنائے ہوئے ہیں پھر مخلوق کی
 پرستش کیوں کرو خالق کی پرستش کرو ۛ

(۱۵)

درفصل بہار اگر بہت چور سرشت
پڑے قدرے دیدم ابر لب کشت
گر بہر کس این سخن باشد زشت
سگ بزمن اگر دگر برم نام بہشت
آہ تم میری حالت کو کیا جانو میں تو کہتا ہوں کہ بہار کے موسم میں اگر کوئی
محبوب مجھ کو کسی سبزہ زار کے کنارے شراب کا ایک پیالہ بھر کر دیدے تو اگر وہ ہم کو
برائے گا لیکن میں تو اپنے کو کتنے سے بدتر سمجھوں گا اگر پھر بہشت کا نام بھی لوں بیچ
شراب معرفت کا ایک پیالہ پینے کے بعد جس کے پینے سے مطلوب حقیقی کار بہر ہمیشہ
ہو جائے پھر تو واقعی بہشت کی تذکرہ نگاروں ہی کا کام ہے ۔

(۱۶)

امروز کہ نوبت جوانی من است
مے نوشم ازاں کہ کامرانی من است
عیدش بکیندا گر چرخ است خوش است
تلخ است ازاں کہ زندگانے من است
آج جبکہ میں جوان ہوں دل میں جوش اور طبیعت میں انگ ہے شراب نیت
کیوں نہ پیوں کیونکہ یہی کامرانی کا وقت ہے۔ تم شراب کی تلخی کو نہ دیکھو مجھے
تو یہ تلخ ہی عربزہ ہے جو لوگ ظاہری حالت پر نظر رکھتے ہیں خیام ان سے کہتا ہے کہ تم
میری ظاہری حالت کو جو تمہیں بظاہر تلخ معلوم ہوتی ہے نہ دیکھو کیونکہ دنیا کی زندگی تو
سخت اور تلخ ہے ہی جو لوگ اس فانی زندگی کو بیچ سمجھتے ہیں۔ وہ یہاں کی سختیوں اور
تلخیوں کی پرواہ نہیں کرتے ہیں ۔

(۱۷)

درد ہر مر اثراب و شاہد ہوس است
نہ چشم و دم منتظر پیش و پس است
درد دل نہ ز ہشیاری و مستی خبرے
مقصود من از ہر دو جہاں یک نفس است
جو لوگ رات دن دنیا کی زرق و برق و بوق بوق میں مبتلا ہیں ان کو محض طلبہ کے

کتاب ہے کہ میری دنیا تو صرف یہ ہے کہ شراب معرفت کے خم کے خم ہوں اور شادی حقیقی
کی یاد نہ میرے دل کو، اس دنیا کی ہشیاری سے کچھ واسطہ ہے اور نہ میرا دل گزشتہ
اور آئندہ واقعات کا جویاں ہے۔ یہ اس مقصد تو صرف یہ ہے کہ دونوں جہان کے
حالات سے کمال سے خیر و برکت حاصل کرے خیال میں زندگی گزرے۔

(۱۹)

بیاوردن نشیں کہ ملک محمود میں است وز چنگ سنو کہ کمن داد دایں است
از آمدہ و رفتہ دگر یاد کن حالا خوش باش زانکہ مقصود این است
پس میری رائے تو یہ ہے کہ شراب معرفت ہو کیونکہ ملک محمود کی بادشاہت ہی
ہے اور معرفت اسی کے گیت سنو کہ کمن داد دایں است اور اس کے بعد جو کچھ ہو چکا
یا جو کچھ ہو گا اس کی فکر نہ کرو کیونکہ یہ تمہارا کام نہیں ہے تمہارا مقصود تو صرف
یہ ہونا چاہیے کہ جو وقت تم پر آئے اس کی سنی خوشی گزار دو۔ ماضی اور مستقبل کو چھوڑ
کر حال پر غور و تدبیر کرو۔

(۲۰)

گویند مرا کہ بے پرستم بستم گویند مرا غار و سیہ بستم
در ظاہر من نگاہ بسیار مکن کاندہ باطن چنانکہ بستم بستم
کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو ٹھیکو شرابی کہتے ہیں کچھ ٹھیکو بادکہ عرفان کا سوال سمجھتے
ہیں میں کہتا ہوں کہ میں کیا ہی ہوں کسی کو کہا ٹھیکو ٹھیک کہ لوگ میرے ظاہر کو
دیکھ کر کیوں میرے متعلق کوئی رائے تو نہ کر لیتے ہیں کیونکہ میں جیسا ہوں خود ہی
خوب سمجھتا ہوں۔

مومن بخیاں خوش بستم داند کافر بگماں خراب بستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم لے کاش مرا ہر انجیر بستم داند

(۲۱)

پیرے دیدم بخانہ خمار سے گفتم ندی زر فشگاں انبار سے
گنہ سے خور کہ بچو من بسیا سے رفتند و کسے باز نیامد بار سے
دنیا کی ہر چیز کو نظر غور سے دیکھنے والا سفر آزاد منش ختام کہتا ہے کہ
ایک دن میں تے میخانہ کے دروازہ پر ایک بوڑھے آدمی کو بیٹھے دیکھا میں نے
اس سے پوچھا کہ ابی حضرت کچھ دنیا سے جانے دوں گا جاں تو بتا دیت کہ وہ کہہ
گئے، درن بر کیا گزری گفتا بڑے میاں ہوں کہ آخر تم کو اس پوچھنے سے کب
حاصل تم اس راز سرسبز کو کیوں رکھنے کی کوشش کرتے ہو تم تو بس شراب ہو
کیونکہ اس دنیا سے تو بے تعد آدمی میری طرح بوڑھے ہو ہو کر چلے گئے دماغ
تک کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔

عدم سے آئی نہایت رفتگاں کفر خبر نہیں وہ کہاں جا کے قافلہ فقیر
بجز معرفت کا مشن و راہ حقیقت کا متوال ختام جب ظاہری احوال پر نظر رکھنے
والے انسانوں کو شراب و در میں کی حقیقت سے آگاہ کر چکا تو اب کہتا ہے کہ

(۲۲)

سمائی قدمے کہ کار ساز است خدا در رحمت خود بندہ نواز است خدا
مے خور بہ بہار و بارِ حلاوت مفروق کز طاعت خلق بے نیاز است خدا
ہاں یہ بھر سے ساقی لا شراب کا ایک پیالہ بھر کر دیدے ایسے پرستش و
بہار میں شراب پی اور بد کیونکہ مجھ کو تو اپنے خالق و معبود کی رحمت اور سبکی
بندہ نوازی پر کامل بھروسہ ہے کیا یہ کوئی چھٹی چیز ہے کہ ریا کاری اور دکان
کی عبادتوں کے پشت پر رہا بندہ کریم خدا کے حضور میں لیجائیں در اس سے
نست کی آرزو کریں خدا تو تمام مخلوق کی عبادت سے بے نیاز ہے، سبکی

عید و تہنگ گزشتہ در نور و سہ کے مانج سے کی تو کس کام کی پ

(۲۳۷)

درا د پیا زہ سے را دریا رہ در کوئے حضور مقبلے را دریا رہ

صد کہ جبہ آسبہ فل پیکسٹن زہ کعبہ چہ روی برو دے را دریا رہ

نہایت کے شرف و مجد ہا ہر دیا م خوب جانتے کہ خدا کے نزدیک کسی نہ

کے دل دکھانے کا گناہ کبھی بڑا ہے اگر سے کہتے کہ عجز و نیاز میں جو لطف ہے وہ

نہایت بہت ہے نہ کہ منور میں عجز و نیاز سے ساتھ حضور ہونے کا جو طریقہ ہے یہی

اچھا راستہ ہے اور اسی راستہ پر چلے اس کے مقبول بندے میں ان مقبول

بندوں کو ڈھونڈو ورنہ ان کی خدمت کی بستی اور پانی سے جو کعبہ ہالیا ہے اگر سے

ایسے سونہ بنا کر تو ظاہری طور پر نیک بھی کرے تو کوئی نتیجہ نہیں جیتے کہ کسی عطا

باطن در مدد خدا کی خدمت میں عطا نہ ہو کر پہنچے باطن کو صاف نہ کرے

(۲۳۸)

بر خیز و بیا بتا پر اسے دل ما حل کن بچاں خوشین مشکب ما

یک کوزہ سے پیارتا نوثر کثیم زان پیش کہ کوزہ کنند از نگل ما

تو بھرا سے بھرب میرا دل نہ تو بھربے پاس اگر اپنے پر تو بھال سے میرے

خانہ دل کو چنگو اسے ترے دست و ہمار کی ایک جھلک میں میری تمام دنیا کی

اور مشکب ختم ہو جائے گی۔ ہاں ہاں اٹھ اور شراب کا ایک جھلکا ہوا سا غروب

کیونکہ مروت سے بھر رکھا ہے جو پیچہ کر سکے ہوں کر نہیں اور اس سے قبل کہ کہا رہا کی

مٹی سے نوزہ نہ کرے یہی ہم ایک ہے جان میری بھی میں آج جبکہ سب کچھ کر سکے

میں کیوں نہ کر میں

(۲۵)

ساقی سے معرفت و کرمیت است در شرب سب نعمت و سعادت است
ب معرفت آدمی چہ کار آید هیچ مقصود و زاد می نہیں معرفت است

عارف باللہ خیام کہتا ہے در خوب کنتے کہ اے ساقی میں اے خدیو کی
معرفت کی شراب جو کچھ کو حاصل ہے یہ سب سے تو بزرگی ہے اور جو کچھ تیری معرفت
سے ہے بہرہ میں ان کے لئے گناہ ہے کیونکہ میں جب نہ ب معرفت کا تھکتا ہوں
ساغر پیکر معرفت و حقیقت کے راز کھوتا ہوں تو گم میں کو گناہ کہنہ زیب ہنسنے
افسوس و تائبی نہیں جانتے کہ آدمی میں گریہ کی معرفت ہو تو وہ کس کرم پر
کالا تمام ملہم اصل آدمی ہے ہی وہ جس کو تیری معرفت حاصل ہو اور جس کو نہ ہی حاصل
حاصل نہ ہو تو جانور سے بہتر ہے ۔

(۲۶)

ساقی قدرے کہ بہت ہی غمزدار است ہر وقت تو نیست و رہاں بہتیاں
از زبان و جہان و ہر چہ در عالم بہت منقصور و لونی و بہشت و سبیل و قہر

صوفی ہر شے پر است کا متوال خیر ساقی ازل سے کہتا ہے کہ اے ساقی
یہ دنیا ایک خدمت گاہ ہے ۔ میں غمزدار کہہ رہا ہوں کہ یہ بہشت و سبیل و قہر
وادی ہے و نہ تیرا ہی چہرہ یعنی (نیرا خیال اور تیری یاد) یہ ہی نمایاں ہمارے لئے
آب حیات ہے اس ظلمت گاہ میں کچھ کو کی چیز سے کوئی قبیح چیز بہت مہر مقصود
میرا مشہور عرف دوست سے ہے حضور و در کائنات تم میرے لئے اللہ علیہ وسلم
پر درود بھیجتے ہوئے ان کے صدقہ پر کچھ میرے لئے معرفت کا کرم ہے ۔ اب اس
اور بس ۔

(۲۷)

ساقی نشہ سے کہ دل خوش از دیدن تست
جاں شاد از خوشی چینی خرمن تست
ناگفتہ دولت ضمیر پامی واند
جام ہم عاشقان دل روشن تست
عشق حقیقی میں دین و دنیا سے کھو با جو، خدا اپنے مجبور و مقنود کو مخاطب ہے
میں کہ جسے کہ لے ساقی ریتی خدا، یہ نیرنگی ایک نگاہ کر د کا تمنی ہوں کیونکہ تیری
ایک نگاہ کرم سے میرے دل میں محبت کا سمندر موجیں، رنے لگتا ہے اور میری جان
تیرے خرمن معرفت کی خوشہ پینی سے بے جا سرور ہو جاتی ہے میں تجھ سے اپنے دل
کے لئے ان کردار و کربوں جان کر دل مس دل میں جو کچھ تمنا میں وہ
میں سمجھتا ہوں و خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ سمجھتا ہے کہ یہ ہم جان و دل
باندہ عشاق کے حق میں تو تیرا دل ہم جم لی عز ہے جس میں سب کچھ نظر آتا ہے

(۲۸)

ساقی قدح کہ کارِ عالم نفسے مست
گر شادی از و پاک نفس آں نیز ہے
خوش باش ز ہر پہ پیش آید بجاں
ہرگز نشود چنانکہ دل خواہ کے مست
بہر کہتہ ہے کہ لے ساقی لے میرے مالک حقیقی اپنی سچی جستجو اور اپنی حقیقی
معرفت کا ایک پیالہ دید سے کیونکہ دنیا کا یہ کارخانہ ایک ذرہ دیر کا ہنگامہ ہے
یہاں دل لگا نا تو محبت اور حماقت ہے اس نمکدہ خاک میں تو ایک لمحہ اگر حقیقی خوش
کا سہرا سجائے تو بہت ہے اور میں دنیا میں جو کچھ حالات پیش آئیں ان پر خوش رہنا
میں کہ یہ کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو کہ میں جسے میں دیکھتا ہوں کہ خوشی ہوا
میں تو کبھی منقطع ہو ہی نہیں سکتا

بقول ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں و لیکن بھر بھی کم نکلے

(۲۵)

ساقی بہ بہشت ایر ہر شستاقی پست
جنت سے وساقی بود و باقی پست
ایں جاست سے وساقی و آب جانیں
پس در دو جہاں بہانے وساقی پست
ہاں سے ساقی (لے) خد سے مقصود و مطلوب ہمہ آخر یہ کیا ماجرا ہے یہ دنیا
والے یہ ظاہر پرست ہاں قدر جنت کے سے کیوں بتیاب مضر ب نظر آتے ہیں
لے جنت میں اور کیا رکھا ہے وہں بھی تو شراب اور ساقی ہی ہے اگر دل کی آکھوں
سے دیکھا جائے اور حقیقت پر غور کیا جائے تو جنت میں بھی تو ہی ہے اور تیری مثل
معرفت اور بہاں بھی تو ہی ہے۔ اور تیری شراب محبت سے لے دوں جہاں میں
شراب اور ساقی سے بہتر و رکب ہے۔ یعنی دونوں بگ تیر ہی بلوہ ہے۔

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا ماہی سب سے ظہور تیرا

(۲۶)

ساقی رخ تو ز جام جمشید بہشت
مردن بہر ہمت ز تر جاوید بہ است
خاک قدمت کہ روین روشن از رو
مردہ زہد ہزار خورشید بہ است
واقع اسرار سے فیض بہشت کہ لے ساقی تیرا۔ دے لے زیا تو جام جمشید سے
بھی بہتر ہے اور تیری راہ میں مرجانا علم جاوید سے بھی اچھا ہے تیرے قدموں کی اس
خاک کا ایک ایک ذرہ جس سے میرا ستارہ بخت روشن ہے سینکڑوں آفتابوں
سے بہتر ہے۔ یعنی لے خدا کا بنال تیرے خدا کا ایک جود جس سے میرے دل کی
ندھیری دنیا روشن ہو جاتی ہے جام جمشید سے بہتر ہے اور تیری طلب جستجو میں مرجانا ہی
حیات جاودانی ہے۔

ہم تیری راہ میں مٹ جائیگے سوچا ہے
در دندان محبت کا طریقہ ہے یہی

ساقی دل من زدست اگر خواہد رفت
بجاست کجا ز خود بدر خواہد رفت
صوفی کہ چو ظرف تنگ از خوش پرست
یک جرعه اگر دہی بہ سر خواہد رفت
لے ساقی میرادل (اگر تیری یاد میں) کھو بھی جائے تو وہ تو معرفت کا) ایک سمندر
ہے (جس طرح کہ سمندر میں کتنا ہی پانی آجائے سب سما جاتا ہے اور کبھی کناروں کے
باہر نہیں نکلتا ہے، یہی طرح یہ بھی) کھو کر جینگ کہاں بہ تو ظاہری آصوف بگھار نیوالے
صوفی ہوتے ہیں جن کا ظرف س قدر تنگ ہوتا ہے کہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں انکو
تو اگر ایک گھونٹ (شراب معرفت کا) دید پا جئے تو بہک جاتے ہیں ۛ

(۳۲)

ساقی مے کہتہ یار دیرین من است
بے دختر ز رعیش نہ آئین من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست
من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است
کہتا ہے کہ وہ پرانی شرب جو روز است میں پلائی گئی تھی، وہ تو میری پرانی دوست
ہے (وہ تو میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے) اور میرا تو س را عیش شرب (معرفت ہی) ہے
لوگ کہتے ہیں کہ شراب پینے والے کا کوئی مذہب نہیں (کیا خوب)
میں جو شراب پیتا ہوں (یعنی شراب معرفت) یہ ہی میرا دین مذہب ہے ۛ

(۳۳)

ساقی دل من کہ شادی از غم نجات
جز جامے از نعیم عالم نشافت
یہ وہ کہ دم صبور جاں بخش دہاست
کس غیر مسیح قدر این دم نشافت
الے ساقی یہ میرادل ایک، یہاں ہے جس کو خوشی و غم کا کوئی امتیازی
نہیں ہے اس کے لئے دونوں حالتیں برابر ہیں، اور سوائے بادہ عرفان کے دنیا کی
کسی نعمت سے واسطہ ہی نہیں ہے تو پھر (میں تجھ سے النجا کرتا ہوں کہ) نجات کے وقت
جبکہ دنیا والے میٹھی نیند کے مزے لیتے ہوتے ہیں اور میں تیرے ساتھ لو لگا کر بیٹھا

ہوتا ہوں اپنی معرفت کی) شراب کا ایک پیالہ جس سے مجھ میں جان آجائے دے دے
(سچ تو یہ ہے کہ) اس جان کی قدر و قیمت سولے میسج (یعنی خالق) کے کوئی نہیں جانتا۔

(۳۴)

ساتی قدرے کہ شمع دل درنگرفت تازا آتش مے زندگی از سرنگرفت
آہ از مے لعلت کہ پرین بادہ ناب ہر کس کہ بے نہاد لب برنگرفت
لے ساتی ابھی (شراب معرفت) اور پیا ابھی دس کی شمع روشن نہیں ہوئی
(یعنی ابھی تیری معرفت کا حقہ حاصل نہیں ہوئی) اور جب تک کہ اس شراب (معرفت)
کی آگ سے ایک نئی زندگی (یعنی نئی روح) نہ پیدا ہو جائے پلے جا۔
واہ کیا کہنے آہ تیری یہ مے لعل جس کے منہ لگ گئی پھر نہ جھٹ سکی :

(۳۵)

ساتی عیش است و مہ فروختہ است مے وہ کہ فنا نکتہ آموختہ است
دالی کہ اجل چو برق خرم سوزا تازانگری خرم آموختہ است
کہتا ہے کہ لے ساتی لطف و عیش کا وقت ہے دیکھ چاندنی کیسی چھٹکی ہوئی ہے
ایسے سہانے وقت ہیں کہ آسمان بھی قد نشکے کرشموں کو ظاہر کر رہا ہے شراب کا
ایک پیالہ سے کون سی شراب دہی نکتہ آموز شراب ہاں موت گرچہ خرم نیست کو
جلد نے دالی ہے لیکن غور و تدبیر سے کام لے دو تجھ کو معلوم ہو گا کہ بہار خرم حیات
تو برق تجلیات سے پہلے ہی جلا ہوا ہے :

(۳۶)

ساتی چہ کنم کہ دل کیا ہم ز غمت ہر ہوش تراز مست شراب ہم ز غمت
ہر حیدر کسے خرابیم شرح دہر بالشد کہ بیش ازال خرابیم ز غمت
حقیقت شناس اور دس سوختہ خیام اپنے مطلوب حقیقی سے کہتا ہے کہ ساتی

میرادل تیرے غم میں تیرے عشق میں کب سب ہو رہا ہے میں تو تیرے عشق میں ایسا بد ہوش
ہوں کہ شراب کی بد ہوشی بھی کوئی چیز نہیں ہے میری خرابی اور مقبیزی کی شرح کوئی
نہیں کر سکتا میری خرابی کا جو زیادہ سے زیادہ تصور کیا جا سکتا ہے اس سے بھی زیادہ
ہے یعنی میری خرابی کا تصور کیا نہیں کیا جاسکتا

(۳۷)

ساقی زورت سفر نخواہم گرفت گر ہم بکشتی خدر نخواہم گرفت
لشہ کہ ز خاک بگریبی سرا ما سرز رہ تو برخواہم گرفت

عشق حقیقی میں جان و دہن و بدن لگاتار در نیام کہتا ہے کہ ساقی بل
سبید و حقیقی میں تیرا درد و غم چھوڑ کر بس نہیں جا سکتا (یا کہ بعد و ایک لستیں ہم تو
صرف تجھے ہی پوجتے ہیں وہ تجھی سے مدد مانگتے ہیں) گر ہم بکشتی یعنی اگر تو اپنے درد و غم
سے نکالے بھی تو ہم کہیں نہیں جاسکتے اس لئے کہ سعدی رم

عزیزے کہ از درگشس سر تباقت

بہر دور کہ شد ایچ عزت تباقت

جس شخص نے کہ کے درد و زہ سے منہ موٹ پھرجس درد و زہ پر بھی گیا کون

عزت نہیں ملی

میں نے سنا تھا کہ غم میری دوست دیتے ہیں کہ ہمارا سراپے درن خاک
سے نہ اٹھا کیونکہ ہم تیرا درد چھوڑ کر کہیں جانا نہیں چاہتے

(۳۸)

ساقی دل ما کہ دایہ بہر تو کا شمت بہر تو نہفت شد با خواہد داشت

و امین منشال زہار برال نیاز کردا من تو دست نخواہم زاشت

اپنے سر کے سفید بال (یعنی موت کا پیغام) دیکھ کر قاسمے محبوب کا ستمنی ختام

کہتا ہے کہ اے ساقی! اے خدا! ب میرا غم میرا عشق ایک عالم بیا شکار ہو گیا ہے اور
میری سرستی میرا کیف و جود نذرہ سے بیا بیا بکارت اب یہ ساغر جمید کا ہی چاہتا
ہے۔ ہیں اپنے سفید سر کو دیکھ کر خروشن ہوں، دوس دوس سرفیدی کو دیکھ کر میرے دل میں
ایک تازہ بہار پیدا ہوتی ہے کہ غمقر سب جُہتِ ترقا حاصل ہو نہ والا ہے ؟

(۳۹)

اے ساقی! ازاں سے کہ دل و دین من است
پُکن قدحے کہ چان کشبہ رت من مست
گر نیست شراب شراب من سشما
ممشوقہ بکبار غور دان، بہن من است

کہتا ہے کہ اے ساقی! وہ شراب سے جو میرا دین و ایمان ہے (یعنی
شراب معرفت) میرا بایا تو سی شراب سے بچائے کہ وہ شراب میری جان ہے
یعنی شراب معرفت سے تو میری زندگی ہے، کبر دنیا والوں سے مخاطب ہو کر کہتا
ہے کہ اگر تمہارے فہر کی مذہب میں یہ شراب پیا جائز نہیں ہے تو مجھے کیا میر تو
آئین بھی ہے کہ اس شراب معرفت کو پیوں ؟

(۴۰)

ساقی! دل من ز مودہ فسدہ تراست
کوزیر زمین دل آ سودہ تراست
بر چہ پند بچون دیدہ دامن سشما یکم
دامان ترم ز دیدہ آلودہ تراست

آہ فیّام! اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والا فیّام کہتا ہے کہ اے ساقی! میرا
دل (دنیاوی) آلودگیوں کی وجہ سے بے سے زیادہ بیکار اور فسدہ ہوا ہے

کہ مرنے کے بعد تو دل آسودہ و اطمینان سے رہتا ہے کیونکہ دل ان اولیاء اللہ
راخون سلیم و رحیم بخیر نون، جو لوگ خدا سے عشق و محبت رکھتے ہیں ان کو کوئی
خوف ہوتا ہے نہ وہ تنگیں ہوتے ہیں (میں اپنی دنیاوی آلودگیوں، درگاہوں پر)
برچند کہ اپنے (آلودہ حسیات و دامن کو تنگیوں کے خوف سے رہتا ہوں، لیکن
پھر کہ نہیں کہوں کہ میرا دامن تنگیوں سے زیادہ آلودہ ہے :-

(۵۱)

ساقی حذر از غم تو ام آہ کہ نیست صبر ز رخت حق است آگاہ کہ نیست
مقصود منی و جز تو کس درد دل من والہ کہ نیست تم بالند کہ نیست
ہاں! اے ساقی یہ سے غم ہے اب حذر نہیں ہے ارق گاہ ہے کہ بغیر
تیرے رخ کے (یعنی بغیر تیرے وصال کے) مجھ کو صبر نہیں ہے۔ میرا مقصود و منظور
صرف تیری ہے تیرے سوا میرے دل میں کسی در کا خیمہ کمال ہرگز نہیں ہے
پھر کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں ہے۔

اس دل تنگ میں مرے تیرے سوا کسے کون
سچ ہے کہ جز عین کے بنے مکاں ہیں آئے کون

(۵۲)

ساقی گل و سبزہ بس طربناکشہ است در باب کہ ہفتہ و گریز ناک شد است
مے نوش و گلے بچین کہ تا در نگری گل خاک شدہ است و سبزہ ہم خاک شدہ
ترنہ پر سفر کہنے در بنام کہ ہے ساقی یہ تھو دل در یہ سبزہ ہزاروں
مہر پہ پہ بھٹی زین و سفر تی اور بہار دہن چکے ہیں لیکن واقعتاً یہ شاہد ہیں کہ دوسرے
ہفتہ ہیں (یعنی کچھ ہی دن بعد) انہوں نے وہ سب ناک میں گہا
میں سے اس حیات چند روزہ سے فائدہ اٹھانے میں ہے۔ اب (مشرقت) اپنی

اور پھول جن سے اپنی سرچشمین دیکھ سے معرفت ابی ک پھول جن سے قبل اسے
کہ پھول اور سبزہ و خیرہ سب خاک ہیں مل جائے :

(۴۳)

ساقی کہ لاکھ زخمِ جگر انت ہر جا کہ روی دست من دانت
رفتی و ہزار دل ہلاک غمِ تست باز آلی کہ ہزار جاں قربانت
سو بے تپ فرق سے تڑپنے در خیمِ معنوق حقیقی سے کہتا ہے کہ اے ساقی میں
تو تیرے بھڑکے ہلاک ہو گیا مہرِ نبال ہر وقت تیرے ہی ساتھ تیری آنکھ کھیر
لینے سے ہر فول کے ہزار دل ہلاک ہو جاتے ہیں ہاں ہاں ہاں ہی محبت
میں ہیں شکار رکھ بھاری ہزاروں جاں میں تجھ پر قربان اور شکار میں :

(۴۴)

بامطرب و مے جو رشتہ گریہست
بآب روانِ لب کشتہ گریہست
بزرینِ طلب دوزخ فرمودہ کتاب
حقا کہ تیرا میں نیست ہشتہ گریہست

ہاں صاحبِ مودے جو درخشندہ دریا کا کنارہ ہو اور کوئی مہزہ زار اس
سے بہتر کی خوش تر نہ رہے جسے ایسے مکون کی جگہ گریہ نہیں ہو جائے تو پھر میں دنیا
کے قصوں میں پھنس کر اپنے سے دوزخ نہ بنا یہ حقیقت ہے کہ اگر بہشت ہے تو
ہیں یہی سب ایسے پریشان و پر مکون مقام میں ہیں جہاں شراب حقیقت
کے پیسے پتہ جا ہیں :

(۴۵)

درنامے قوا بہ قنقل مے چہ خوش است
آواز سماع و نالہ نے چہ خوش است
در پرست دلفریب و در سرے ناب
فارغ ز غم زمانہ ہے ہے چہ خوش است

ہاں دیکھو تو شراب اندیشہ وقت جو سراجی سے ڈغ ڈغ کی آواز نکلتی ہے وہ
کس قدر اچھی معلوم ہوتی ہے وراس پر مزید گانے اور بانسری کی صدا سے پہلو
میں ایک محبوب جو در سر میں نشہ پھر دین و دنیا کے جھاڑوں سے بے فکری ہے۔
کیسی اچھی زندگی ہے۔ بادہ عرفان کے متولے خیام کو اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں
معلوم ہوتی ہے کہ کامل بے خبری کے ساتھ شراب معرفت کا سرور ہو اور محبوب حقیقی
کا تصور۔ بیٹھے رہیں تصویر جاناں کئے ہوئے

(۴۶)

دوران جہاں ہے مے و مانی پہنچ است
بے زمرہ نامے غرائی پہنچ است

ہر چہ در احوال جہاں می نگر م
تا نعل ہمہ عندت است باقی پہنچ است

بغیر شراب (حقیقی)، و مانی (مجرب، حقیقی) کے یہ دنیا پہنچ ہے اور بغیر بانسری
کے نغمے (یعنی بغیر دل کے سوز و گداز کے زندگی بیکار ہے میں جتنا دنیا کے حالات
پر غور و فکر کرتا ہوں مجھ کو یقین ہوتا ہے کہ اس زندگی کا اصل رُکھ ہے تو عیش
(جادوئی) ہے باقی سب بے کار ہے

(۴۷)

دریا کے لئے روح جدا خواہی رفت
در پردہ اسرار خدا خواہی رفت
سے خور کہ ندائی ز کجا آسب
خوش ز می چو دلی کہ کجا خواہی رفت
کہنا ہے کہ کچھ معلوم ہی ہے یہ روح جسم سے جدا ہو جائے گی اور جدا ہو کر بڑے
اسرار میں چلی جائے گی۔

نہ بے معرفت پی اور ان مجنوں میں نہ پڑے تھکو تو یہ بھی یہاں کہیں کہیں
سے آیا ہے اور کہاں جائے گا پڑے

(۴۸)

لے واسے ہر آن دل کہ در و سوزے نیست
سودا زوہ مہر دل افروزے نیست
رہنے کے تو بے بادہ لہر خواہی بڑو
خدا تعالیٰ ترا آکے روز ترا رہنے نیست

ہے افسوس اس دہ پر ہزار افسوس جس میں سوز و گداز نہ ہو اور اس
پر افسوس ہے جس میں سوسہ جتنی کی بہت نہ ہو اگر تیرا کوئی دن بغیر شراب
(معرفت کے) ایک لمحہ بغیر تدبیر و فکر کے گزرے تو غیب سمجھ سے کہ وہ دن بالکل
سے کار گیا اک لمحہ میری یاد سے غفلت گناہ ہے

(۴۹)

سے برکف من نہ کہ ولہم در تہا ہے است
دلی تگر گر پڑ پائے چوں سیاہ است
برخیز کہ بیدار سے دولت خواب است
دریاب کہ آتش جوانی آب است
لے سانی شراب معرفت ہا کہ رہا (تجدیدی کے لئے) جیاب ہے اور یہ
عمر و وقت کی طرح گزرنے والی دریاب کی طرح ایک دن پر نہ رہنے والی ہے

اس اٹھ کہ بیداری اپنے خدا کی یاد میں مشغول رہنا کی دولت خواب کی طرح ہے کہ
 ذرور میں کچھ نہیں اور جوانی کا آگ اپنے جوانی کی انگ جوانی کا دلوں پہانی
 کی طرح تیز رو ہے اس فرصت میں جو کچھ کرنا ہو کرے +

(۵۰)

دنیا نہ مقام گشت و نہ جائے نشست فرزانہ درو خراب و ادنیٰ تر مست
 بر آتش غم زیادہ ہے میسرت زان پیش کہ در خاک رومی بادست
 فاسری عقل کہنے و اسے آنکھیں کھولو یہ دنیا چلتی پھر چھاؤں ہے یہاں نہ
 بیٹھنے کا کام ہے نہ بھونے پھرنے کا یہ تو آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوؤ گے وہاں
 کاٹو گے۔ یہاں تو عقیدہ کی خرابی ہے اور مست قلندر مرنے میں ہے۔ یہاں تو
 شراب معرفت کے چھٹیوں سے غم اندوہ کی آگ کو بجھاؤ در قبر میں خاک ہاتھ جائے
 پہلے کچھ کر لو ورنہ پھر افسوس کرو گے +

(۵۱)

مے خور کہ زیر گل بے خوابی خفت بے مونس بے حریف بے ہم خفت
 ز بہار پس گداں راز نہفت ہر لالہ پژمردہ خوابد بے گفت
 موت و زندگی کے فلسفہ پر غور کرنے والا خیام کہتا ہے کہ شراب (معرفت)
 پی کہ اس جہند و زہ زندگی کے بعد مٹی کے نیچے سونا بٹے گا وہ۔ ایسی جگہ
 ہے کہ جہاں نہ کوئی دوست کام آئے گا نہ بہمد نہ رفیق (ہم ہوں گے اور
 ہمارے اعمال) دربر زہر زہر یہ عجیب کسی سے نہ کہنا کہ سر کھدایا ہوا پھول شگفتہ
 نہیں ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی روح کو دنیاوی کثافتوں سے آلودہ کر کے لے
 گئے ہیں ان کو وہاں چین نصیب نہیں ہوگا +

(۵۲)

(۵۲)

ایراکد و باز بر سر سبزہ گر بیست
بے بادۂ ارغوان نمی باید رست
امروز کہ این سبزہ کہارست
تا سبزہ خاک کاشته کہ کیست
خیم بے ثباتی دنیا کے متعلق کہتا ہے کہ دیکھو مجھ پر آیا در سبزہ پراشکباری
کی پھر دنیا سبزہ زار بن گئی آج اس سبزہ کا لطف ہم اٹھ رہے ہیں کل جب ہم تھے
تو یہ سبزہ زار یعنی یہ دنیا در دے کے لئے تماشہ گاہ ہوگا جس لئے ایسی بے ثبات چیز
سے دل نہ لگا اور بغیر بادۂ ارغوانی (یعنی شراب معرفت) کے زندگی نہ گزارا +

(۵۳)

اکنوں کہ گل سعادت پر بارست
دست تو ز جام می چرا بیکارست
مے خور کہ زنا دشمن و غدارست
دریا قلن روز چنیں و شوارست
حال پر نظر رکھنے والا خیام کہتا ہے کہ جب کہ تیرا گل سعادت کھدا ہوا ہے
(یعنی تیرا زمانہ موافق ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے) پھر تیرا ہاتھ بامے سے کیوں بیکار
(یعنی تو عمل سے کیوں غافل ہے) زنا دشمن اور غدار ہے (یعنی یہ دنیا گریباؤ خدا کے
غافل رکھے تو دشمن ہے) شراب معرفت پر بیٹھے خدا سے دل لگا در س کی معرفت
حاصل کر (بھرا ایسا دن یا نامشکل ہوگا) (یعنی جو وقت گزرے پھر رات نہ نہیں آئے گا
موقعہ اور فرصت کو غنیمت جان لو جو کچھ عمل کر سکتا ہے کرے +

(۵۴)

برپائے تو بوسہ ادن لے شمع طرب
بہ زار باشد کہ اگیراں رابر لب
دست من و دامن خیالت ہر روز
پائے من و چہن و صامت ہر شب
ماسو الذرے متغیر خیام کہتا ہے کہ اے میرے محبوب و محبوبہ سے بہت
پاؤں چومنا تیرے سوا اور سوس کا منہ بند ہے سے بہت سے میں بوجہ نیت تجھ ہی کو جاتا

ہوں میری تمنا تو صرف یہ ہے کہ میں ہر وقت تیرے خیال میں مستغرق ہوں اور میرے پاؤں تیری جستجو میں +

(۵۵)

خیام غارِ بالند خیام شراب معرفت کے خم کے خم خالی کر کے اب ظاہرِ برست اور معرفت اپنی سے بے خبر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ کہتا ہے اور بیابانگ دہل کہتا ہے

اسرارِ جہاں چناں کہ در دفترِ ماست
گفتن تنواں نہ نکہ و بالِ سراماست

چوں نیست دریں مردم دنیا ہے
گفتن تنواں ہر آنچہ در خاطرِ ماست
اس سنا اس کائناتِ عالم کے راز ہے پوشیدہ اور اس کا رخا نہ قدرت کے اسرارِ سر بستہ جو ہمارے دفتر میں ہیں یعنی جو مجھ کو معلوم ہیں تم کو تو ان کی ہوں بھی نیکی لگی تم تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے لیکن میں ان کو ظاہر نہیں کر سکتا کیونکہ میرے لئے یہ ایک مصیبت ہو جائے گی چونکہ تم دنیا دے اس کے اہل نہیں ہو اور اس کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہو اس وجہ سے جو مجھ کو معلوم ہے میں تم سے نہیں کہہ سکتا۔

مصلحت نیست کہ نہ پردہ بروں، فتنہ راز
کا قیظ

در نہ در محفلِ رنماں خبرے نیست کی نیست

ترجمہ

مصلحت نہیں ہے کہ بھبھکوں دیا جائے ورنہ ہماری محفل میں وہ
کوئی خبر اور وہ کوئی چیز ہے جو نہیں ہے +

(۵۴)

باہر بد و نیک راز نتوانم گفت
دانم سخن در ز نتوانم گفت

حائے دارم کہ شرح نتوان داد ان

رازے دارم کہ باز نتوانم گفت

اے میں ہر کس و ناکس سے اسرار قدرت نہیں کہہ سکتا ہوں۔ تم بہ ۔

سمجھو کہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں یا یہ کارخانہ قدرت عبث اور فضول ہے البتہ نہیں

ہے میں تو بہت کچھ جانتا ہوں لیکن کہہ نہیں سکتا میری دست قابل تشہیح نہیں ہے

اور جو کچھ قدرت کے ماز میرے سینہ میں پوشیدہ ہیں وہ میں ہرگز ہرگز نہیں کہہ

سکتا ہوں (کیونکہ تم اس کے اہل نہیں ہو)

اسرار بچودی سے آگاہ ہو سو جانے

(۵۵)

سیر و دجہاں در قعرستان است

خورشید ازل جامہ مدتایان مست

اے نکتہ کہ در قلعہ جہاں پہنان مست

در شیشہ سے اگر بدلی آن است

کہتا ہے کہ میرا جو قعر ہے جس میں شراب پیتا ہوں اس میں دونوں جہاں

کا حال نظر آتا ہے۔

جس طرح چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے حالانکہ چاند نور تارکک سے

اسی طرح قعر شراب سے میں حکمت و معرفت حاصل کرتا ہوں در یہ نکتہ باریک

بات ہے جو جاننے والوں کے دلوں میں پوشیدہ ہے لیکن ہمارے شیشہ سے یہ بھی چیزیں

(۵۸)

در تیغِ سرست نیست کہ اسرارست نیست
دل را نیک اندک و سپید است نیست
ہر طائفہ روند را ہے در پیش
الارہ عشق را کہ سالرست نیست

کوئی سر یعنی کوئی آدمی، ایسا نہیں ہے جس میں اسرار ہی نہ ہوں اور ایسے
قابلیت نہ ہوں کسی میں کما اور کسی میں زیادہ، جو قند و جو گرو و سفر کرنا ہے
نہ کوئی نہ کوئی میرق فرمود ہے لیکن یہ عشق کے قافلہ کا کوئی سال رکوں
رہبر نہیں ہے +

(۵۹)

ہر فتنہ دلی مدنی عشق است
سر بیت قصیدہ جوانی عشق است

لے آنکہ خبر نداری از عالم عشق
این بکتہ بدال کہ زندگانی عشق است

کہتا ہے کہ سب سے بڑا فتنہ عشق کا دفتر ہے اور جوانی کے قصیدہ کا سب
ملا شعر عشق سے ہے وہ شخص کہ عشق سے ضربہ یہ گھر سمجھو ہے کہ زندگی نام ہی
عشق ہی کا ہے، اگر عشق حقیقی نہیں ہے تو زندگی صحیح ہے +

(۶۰)

بہشت ناز و کعبہ خانہ بندگی است
ناب و کعبہ و سراج و عیال است
نا قوس زدن ترائے بندگی است
حقا کہ نشانی بندگی است

ہر چیز میں اور ہر جگہ ہند و نافہ کا جلوہ دیکھنے والا غیام کہتا ہے کہ بت خانہ

اور کعبہ خدا کی عبادت کرنے کے گھر ہیں تا قوس بجا نا در زمان دنیا پر سب بندگی
ظاہر کرنے کے ترانہ ہیں محراب مسجد کلیسا تہیج و نہایت سب چیزیں اپنی اپنی
سمجھ کے مطابق ظہار بندگی کے لئے ہیں یعنی مستعد و ایک ہے راستہ اور طریقہ
مختلف ہیں چنانچہ نیاز رحم بر بیوں فرماتے ہیں کہ
اگر تو دھڑ سدا دم و کفر پارہ کنی

یقین شود جو کہیں شیخ و برہن ہداوت

اگر تو کفر اسدا دم کے دفتر کے کٹے کٹے جینی کفر اور اسدا دم کے جھگڑوں
سے ہٹ کر زفر غور سے دیکھ تو تجھ کو یقین ہو جائے گا کہ شیخ و برہن سب ایک
ہیں یعنی سب کا مقصد ایک ہے *

(۶۱)

در صومعہ و در مدرسہ و دیر و کنشت
ترسندہ دوزخ است و جہا بہشت

آنکس کہ ز امیر ار خدا یا خیر است
زین تخم در اندرون دل پیچ نہ کشت

طالب موسیٰ خاتم کہتا ہے کہ مسجد میں گرجا میں مندر میں جو لوگ ٹھیک عبادت
کرتے ہیں ان کی عبادت دوزخ کے ڈر و جنت کی تلاش میں ہوتی ہے۔ لیکن جو
آدمی کہ قدرت کے بسیڈوں سے واقف ہے یعنی جس کو خدا کی معرفت حاصل ہے اس نے
اپنے دل پر یہ بیج ہی نہیں بویا یعنی جو شخص طالب مولا ہے اس کو نہ جنت کی
خواہش ہے نہ دوزخ کا خوف اس کا مقصود و مشاوب تو صرف خدا ہے۔ اور وہ
خدا کی رضا کا جوہر ہے *

(۶۲)

میہات کہ این جسم بیچ است
 دیں دائرہ وسیع جسم بیچ است
 در پاب کہ در کشاکش موت و حیات
 وابستہ یکدسم و آنہم بیچ است

فسوس ہے فوری چیزوں پر نظر رکھنے والو! فسوس ہے تم اتنا بھی نہیں
 سمجھتے کہ جسم جس کی رائیں و زینت کے لئے سب کچھ بردہ کر دیتے ہو یہ بالکل بیکار
 چیز ہے، ورنہ زائرہ اور بیچ مجتہد یعنی دنیا بالکل بیچ ہے ذرا غور کرو کہ موت اور
 زندگی میں ایک کشاکش ہے بھی سب کچھ ہنسنوڑی و برہیں کچھ نہیں تو ایسی
 کشمکش میں ہم ایک سانس کے نامے میں بدلتے ہوئے ہیں جو ذرا کی دیر میں مٹ
 جاتا ہے تو اگر ہم نے اس درد کو یاد ہی میں لہن کیا جب تو خیر ورنہ یہ دم بھی بیچ
 ہے * * *

(۶۳)

دنیا دیر کی دہر چہ دیدی بیچ است
 وال نیز کہ گفتی و شنیدی بیچ است

سہ ما سہ آفاق دویدی بیچ است

وال نیز کہ در خانہ خریدی بیچ است

ما سوا اللہ سے متصرف خیام کہتا ہے کہ تم نے دنیا دیکھی، در جو کچھ دکھا سب بیکار
 ، در جو کچھ اس دنیا میں زق زق بقی بن کی سب لٹوا دے اس دنیا میں جو کچھ دوڑ دھوا
 کی سب فسور و عبث در جو کچھ خرید و فروخت کی سب اکارت مطلب ہے کہ اگر
 اس دنیا میں بچنے رہے اور معرفت ہی حاصل نہیں کی تو ساری عمر بیکاری۔

کیونکہ

پیش از من و تو مرد و بی زن بود است

کا فاق ز جملہ شان مژین بود است

زود آ کہ تن تو خاک گرد و زیر

خاک تو در ہزارہ تن بود است

اے غافل تجھ سے پہلے بھی تو بے گنتی جاندار انسان و حیوان اس دنیا

میں بستے تھے درجہ سے پہلے بھی تو دنیا اسی شان و شوکت کے ساتھ بھی سجائی

نہی لیکن وہ سب بسنے والے شان و شوکت واسے کیا ہوئے سب خاک ہیں

میں گئے اس لئے جلدی کر کہ تو بھی خاک ہو نہیو الا ہے اور ہیں طرح دوسروں

کی خاک سے ہزاروں کیڑے مکوڑے بن گئے، سی طرح تیرے، اس جسم کی

خاک سے بھی ہزاروں حشرات الارض بن جائیں گے۔

زاق پیش کر نام تو ز عالم برود

سے خور کہ چمے رسد بدن غم برود

بکشتائے سبز زلف بے بند بند

زاں پیش کہ بند بند از ہم برود

اس لئے! اس سے قبل کہ تیرا نام دنیا سے مٹ جائے شراب معرفت

پی کیونکہ یہ شراب معرفت لینے ضد کی یہی ایک ایسی چمپے جس سے دل

کا غم دور ہوتا، اور سکون حاصل ہوتا ہے جیسا کہ خود ارشاد باری ہے ^{اللہ} لا بدکر

تطہر القلوب: اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان اور راحت نصیب

ہوتی ہے تو شراب معرفت پی اور بت (یعنی معشوق حقیقی) کی زلف کے بند بند

کھول لینے اسرار، اسی کے نکتہ کمتہ کو چھ اس سے قبل کہ قبر میں تیرے بند بند

یعنی جوڑ جوڑ کھل جائیں۔

(۶۴)

اسرارِ ازل بادہ پرستان دانند

قدرے و جافہ تنگستان دانند

گر چشم تو حال من بداند چہ عجیب

شک نیست کہ حال مست متال

اے غافل ازل کے مجید منی اسرار الہی ہوں بادہ پرست (یعنی شراب معر

پینے والے) جانتے ہیں شراب اور جام کی قدر تنگ دست (یعنی تنگ نظر)

جائیں گے؟ وہ کیا جانیں گے۔ گرتیری آنکھ (یعنی ظاہری حالت کو دیکھنے والی)

میرا حال (یعنی ظاہری حال) دیکھتی ہے تو تعجب کیسے تم میری باطنی کیفیت کو

کیا جان سکتے ہو

یہ بات تو یہ ہے کہ مست کا حال مست ہی خوب جانتا ہے۔

لوک غمزدے کی ہوجیں دل میں چھپی

اس سے پوچھو چاشنی اس درد کی

(۶۵)

مے خور کہ تو قلت و کثرت بہر د

واندیشہ ہفتاد و دو ملت بہر د

پر ہمیشہ ممکن ز کیمیاے کہ ازو

یک جرغمے ہزار غلت بہر د

(اے شرابے معرفت) ہو کہ اس سے قلت و کثرت کا سوال ہی اٹھ جاتا

ہے جیسا کہ نیازِ رحم بریلوی فرماتے ہیں۔

مگو کہ کثرت اشیا نقیضِ وحدت گشت
تو در ہر حقیقت اشیا نشتر فلک ہمدوست

(ترجمہ) یہ نہ سمجھو کہ اشیا کی زیادتی اور مختلف چیزوں کا پایا جان وحدت کے خلاف ہے اشیا کی حقیقت پر غور کرو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وحدت میں سب ایک ہی کا جلوہ ہے۔

ہاں تو اس شرابِ معرفت کے پینے سے یہ جو بہتر فرقول کا ندیب در جھگڑا ہے یہ بھی مٹ جائے گا۔ در سس کیا (یعنی کیا ہے معرفت) سے پرہیز نہ کرو کہ اس شراب (معرفت) کا ایک گھونٹ ہزاروں غلوں سے پاک کر دیتا ہے +

(۴۴)

در عالمِ جاں بہ ہوش می باید بود
در کارِ جہاں خموش می باید بود

تا چشم و زبان و گوش برجا باشد
بے چشم و زبان و گوش می باید بود

کہتا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ عالمِ جان میں (یعنی زندگی میں) اپنے حواس درست رکھنا چاہتے ہیں اور اس کا رخانہ عالم میں خاموش رہنا چاہیے جب تک آنکھ زبان و کان صحیح حالت میں ہیں اس وقت تک بے آنکھ بے زبان اور بے گوش بنکر رہنا چاہیے۔ جنّام کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو میدانِ معرفت میں اپنے حواس نوٹھکانے رکھنا چاہیے۔ اور کان آنکھ زبان سے صحیح کام لینا چاہیے باقی دنیا کی طرف سے آنکھ کان زبان کو ہیکار کر لینا چاہیے جیسا کہ شیخ فریدؒ فرماتے ہیں +

گر تو ہر کو چاہے فریدا آنکھ کان کو رے سن

(۹۶)

ہرول کہ دروہر و مجتہد و شریعت
گو ساکن مسجد است و رائل بہشت
در تہذیب و تمدن و ہر گز کہ و شریعت
آزاد و زرخ است و فرخ و بہشت

و سب مورخ و تہذیب کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
سب یا کشت میں و سب شریعت کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
جہانم و شریعت کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
و جنت کی کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت

(۹۷)

در چشمہ محمدیال چہ زیبا و چہ زشت
منہ رگہ و ساقی چہ زرخ و چہ شریعت

پوشیدان بیہ لہ چہ افسانہ چہ پری
زیر ساقی چہ بالین و چہ شریعت

حقیقت پر نظر رکھنے و زہد کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
کی نظروں میں نہ ہر کی خوب صورتی اور ہر گز کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
موسے ہیں ان کے نزدیک و زرخ و جنت سب کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
میں یعنی جو بی لوفہ سے لگے بیٹھے ہیں ان کے لئے افسانہ و رٹاٹ پینہ
دونوں برابر ہیں اور جو لوگ کہ کہ ان یں ہذا ہست و تہذیب و شریعت
رکھنا یکساں ہے ۔

(۶۹)

ہر سبزہ کہ بر کنارِ جوئے رستہ است
گویا ز لبِ فرشتہ جوئے رستہ است

پا بر سر سبز با بہ خواری نہ نہی ***
کال سبزہ ز خاک لالہ رو رستہ است

حقیقت شناس خیام کہتا ہے کہ یہ سبزہ جو کسی نہر کے کنارے اگا ہوا ہے
تم کو کیا معلوم کہ اس مٹی میں کیسے کیسے فرشتہ خود گوں کی مٹی شامل ہے
اور اس کو روند کر مت چلو یعنی غور اور تہہ سے اکڑ کر اس سبزہ کو نہ روند اور اس
لئے کہ یہ سبزہ بھی کسی لالہ رو کی مٹی سے اگے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آج
تم بے شمار لوگوں کی خاک کو ناز و انداز سے اکڑا کر روندتے ہوئے چلتے ہو
تو اس حقیقت پر نظر رکھو کہ کل تمہاری مٹی کو بھی اسی طرح لوگ روند کر چیں گے۔

(۷۰)

گر کار تو نیک است بہ تدبیر تو نیست
گر سر بر و دینیز بہ تقصیر تو نیست

تسلیم و رضا پیش کن و شاد مبری
چوں نیک و بد جہاں بہ تدبیر تو نیست

تسلیم و رضا کا بویا خیام کہتا ہے کہ اگر تو نیک کام کرتا ہے تو اپنی تدبیر پر
غور نہ کر تو تو تسلیم و رضا کا بندہ بن کر اس دنیا میں خوشی کے ساتھ زندگی گزار دے
کیونکہ دنیا میں جو کچھ نیک و بد ہوتا ہے اس میں تیری تدبیر کو کچھ دخل نہیں ہے۔

(۷۱)

(۶۱)

اے مردِ بزرگ و پشیمانِ سست
 در دہرِ زوانِ لافِ سخنِ نابوس است
 و مردِ زنجیرِ ہر لہِ خرامندِ کس است
 و اند کہ ہمہ ہمالِ یک نفس است
 کتا سہنہ سے وہ من مغل کر کے متعلق چہ نیگہ یار کرنا بیکار ہے کیا علوم
 کہ تو نہ کا جی، نفس در نباشا، دید کوں ترس پر خور و غنمِ دہ ہی ہے
 جو نہ بچہ کر کہ دنیا کی نذر نہ ہوا، دستِ خد سے ولنگا ہے ۛ

(۶۲)

گر از لب شہوت و ہوا خوارتی رفت
 ز سنِ تہرے کہ بیہوا خوارتی رفت
 بنا کر چہ کسی و از کجِ آمدہ ۛ
 فی داں کہ پہ میکنی کجِ ہوا ہی رفت
 اگر تو نے اپنی خمِ حریزنی خوابت میں صرف کردی تو میں تجھ سے کہے دیتا
 ہوں کہ پھر تو دنیا سے ذرا باندھ جائے گا تو اپنی حقیقت پر خور کر تو کون ہے اور کہا
 سے آیا ہے و یہ سمجھ کر تو کیا کر رہے۔ ورنہ تجھے کہاں جا لے مطلب ہے کہ
 اپنے کو پہچان اور معرفت اپنی حاصل کر۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه

(۶۳)

نیکی و بری کہ در لبِ دشتِ است
 شادی و غمی کہ در قنارِ قدر است

با چرخ مکن حوالہ کا نہ در رہ عقل
چرخ از تو ہزار بار بیچارہ تراست

کہتا ہے کہ نیکی اور بدی یہ تو انسان کی سرشت ہے یعنی خدا نے برترے
انسان کو نیکی کرنے کی اور بدی سے بچنے کی دونوں باتیں عطا فرمائی ہیں۔
اور خوشی اور غم یہ بھی دنیا میں مقدر ہو چکا ہے لیکن یہ تمام چیزیں انسان کے
ذوق کیونکہ آسمان تو بڑا ہے ہزار گنا بڑا ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ
جو لوگ اپنی پریشانیوں اور مصیبتوں کے وقت زمانہ کا شکوہ کرتے ہیں۔
ان کا شکوہ فضول ہے۔ اچھی تدبیر کرنا اور برائی سے بچنا ہمارے اختیار
میں ہے۔ اس کے لئے قدرت نے ہمیں کامل عقل عطا فرمائی ہے۔

(۷۶)

بسیار گشتم بگرد و دشت
اندر ہمہ آفاق گشتم گشت

از کس نشیند کہ آمدنیں راہ
را ہے کہ برفت راہ رو باز گشت

خیام کہتا ہے کہ ہم گرد و دشت میں بہت پھرتے در اس دنیا میں بہت
کچھ دیکھا بھالا لیکن آج تک کسی سے یہ نہیں سنا کہ اس راستہ سے کوئی آیا
ہے۔ جو شخص اس راستہ سے گیا وہ پھر واپس نہیں آیا۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا سے جانے کے بعد پھر واپسی ناممکن ہے
اس لئے جو کچھ عمل کرنا ہے۔ جانیے پہلے کر ورنہ بعد کی گفت انوسوس ہوگے
اس عالم میں عمل نہیں ہے سزا و نجات ہے۔

(۵۵)

اسے آمدہ از عالم روحانی لغت
جہاں شدہ در پنج و چہار شش و ہفت

مے خور کہ ندانی ز کجا آمدہ
خوش باشش ندانی بہ کجا خوشی

اسرار معرفت کو سمجھنے والا ختام کہتا ہے کہ

اے شخص تو عالم روحانی سے (اس عالم خاکی) میں خالی ہاتھ آیا ہے
اور یہاں گر پانچ (حواس خمسہ) چار (اربعہ عناصر یعنی ہوا۔ آگ۔ پانی۔ مٹی)
شش (چھ شش بہت چھ طرفیں اور ہفت (سات آسمان) کے جھگڑے
میں پھنس گیا ہے! یہ بیکار در فضول ہے) شرب معرفت پی کیونکہ تجھے کو
نہ تو یہ معلوم ہے کہ کہاں سے آیا ہے اور خوش رہ اس لئے کہ تجھے ہنس معلوم
ہے کہ جانا کہاں ہے!

(۵۶)

دورے کہ درد آمدن و رفتن راست
آزاد نہ بدایت نہ نہایت پیداست

کس بی نر نہ دوسے دریں معنی راست
کیس آمدن از کجا و رفتن بکجا راست

یہ دنیا کہ جس میں ہمارے آنے اور جانے کا بدلہ ایک تار لگا ہوا ہے
اس کی نہ تبدیلی ہے نہ انتہا اور نہ کوئی شخص اس سلسلہ میں صحیح بات بتا سکتا
ہے کہ یہ آنا جانا کہاں سے کہاں کو ہے!

(۷۷)

ہر گہ کہ غمے ملازم دل شود دست
باقصہ کار خویش مشکل شود دست

حالی دل دیگر سے بایہ پر سید
تا خوش شد سہلے تمام حاصل شود

کہتا ہے کہ جب تیرے دل کو کوئی نڈھیر اور تجھ کو کوئی مشکل پیش آئے تو اس
وقت دوسرے نڈھیر کے دوس بھاری دریا بہت کرنا چاہیے تاکہ کچھ کامل فائدہ
حاصل ہو یعنی جب خود کسی پریشانی میں مبتلا ہو تو آدمی کو چاہیے کہ دوسروں کی پریشانی
پر غور کرے اس سے اپنی پریشانی درمعیبت پر ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے۔

(۷۸)

چندیں غم مال و حسرت دنیا پیوست
ہرگز دیدی کے کہ جویر نہ پیوست

ایں بات سنئے کہ در منت عاریت
با عاریتے عاریتے باید ز پیوست

دنیا سے نفرت کر کے دار خیام کہنا ہے کہ مال و دولت کا اس قدر غم اور دنیا
کی اس قدر حسرت کس لئے ہے کسی اپنے شخص کو بھی دیکھ جو ہمیشہ جیسا ہو وہ ایک
سائے کی مدد و رقت عانتا کیا قصور و کم آئے (نہ آئے) اس لئے اس دم کے
ساتھ جس کا کوئی قصور نہ ہو وہ مستعار نہ ہو کہ ہرگز نہ

(۷۹)

خاکے کہ ہرگز نہ پائے ہر چیز اس لئے حسرت
زلف شہمے دایرے جانے حسرت

پر خشت کہ بر کنگرۂ ایوانے ست
انگشت وزیرے و سر سلطانی ست

خیام کہتا ہے کہ جو کاشا کسی جاندار کے پاؤں میں چھبتا ہے یا جاندار اس پر چلتے ہیں یہ کسی وقت میں کسی معشوق کی زلف و ابرو ہوں گے یعنی اس مٹی سے اُگے ہوں گے جس میں کوئی سمیٹن معشوق دفن ہوا ہوگا۔ اسی لئے تو یہ اب بھی چھب کر تکلیف دیتے ہیں اور جواب دہ کہ کسی عالیشان محل کے کنگرہ پر بھی ہوئی ہے اس میں معدوم نہیں کہ کتنے بادشاہوں کے سروں اور وزیروں کی انگلیوں کی مٹی شامل ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں ہے :

(۸۰)

مشدار کہ روزگار شور انگیز است
ایمن متیش کہ تیغ دوران تیز است

در کام تو گر زمانہ لوزینہ نہد
ز بہار فردمبہ کہ زہر آمیز است

اس لئے ہوشیار ہو جا کہ یہ زمانہ ہر گھڑی بدلنے والا ہے اور مطمئن نہ کہ زمانے کی تلوار بہت تیز ہے (یعنی ایک آن میں رشتہ حیات منقطع ہو جاتا ہے۔ اگر اس دنیا میں تجھ کو عمدہ عمدہ نعمتیں کھانے پینے کو حاصل ہوں تو ان میں جی نہ لگا کہ ان میں تو (یا راہی) سے غافل کرنے کا (زہر ملا ہوا) :

(۸۱) بت گفت بہ بت پرست کالے عابدِ ما

دانی ز چہ روئے شتہ ساجدِ ما

بر ما بہ جمسال خود تجلی کرد است
آں کس کہ ز نست ناظر و شاہدِ ما

ہر رنگ میں اس کا جلوہ دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ ایک دن ایک برتن نے اپنے
پوچھنے والے سے کہا کہ تجھے کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ تو میرے سامنے کیوں سجدے کرتا دیکھتے
سن حقیقت میں تو درمیان دونوں ایک ہیں ایک ہی ذات کے مظہر ہیں ایک میں شان
نوریت ہے اور ایک میں شانِ عبدیت۔ اور جب میں اور تو ایک ہی ٹکڑے تو بھریں
اور تو اور وہ سب ایک ہیں۔ من تو شام تو من شادی من تن شرم تو جاں شادی۔

(۸۱)

خیام سنت بختیہ مے ماند را ست
سلطان روح است و منزلش دار فنا

فراش اجل ز بہر دیگر منزل
از پانگہ خمیہ کہ سلطان برخاست

روح اور جسم کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے خیام کہتا ہے کہ خیام جسم کی مثال ایسی
ہے جیسے خمیہ اس میں روح کی مثال ایسی ہے جیسے خمیہ میں بادشاہ ٹھہرا ہوا ہے اور
اس بادشاہ کی منزل دار فنا ہے جب روح ٹکل گئی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ صہبوح
بادشاہ کے چمے جانے کے بعد ڈیرہ خمیہ سب اکھاڑ دئے جاتے ہیں۔

(۸۲)

چول ابر بہ نور و زرخ مالہ شبست
برخیہ و بجام بادہ کن غم درست

ایں بہرہ کہ امر و زما شہ گزشت
فردا بہ از خاک و پر خواہ درست

فیہم کہتا ہے ابر نے مینچہ برسا کر تمام پھولوں کو دھویا یعنی موسم بہار آگیا، مٹے
اورے (معرفت) کا جام بھر کر چست ہو جا موقعہ کو غنیمت سمجھا اس لئے کہ یہ بہرہ جو

آج تیرا تماشہ گاہ بنا جو اسے کل تیرے مرنے کے بعد تیری مٹی سے بھی ایسا ہی سبزہ
گاجور و سرور کا تماشہ گاہ بنے گا ۛ

(۸۳)

اگر دوش چرخ ہیچ مفہوم نیست
تہ زرخ زمانہ ہیچ موبوم نیست

ہر چند بکار خوش در می نگرم
عمرے بگذشت و ہیچ معلوم نیست
کہتا ہے کہ اس آسمان کی گردش سے کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا
ہے اور کیا ہوگا سوائے رنج و محن کے اور کچھ پتا نہیں ہے۔ میں جتنا جتنا اپنے
معاملات پر غور کیا باوجودیکہ غور دہندہ و تفکر میں عمر گزر گئی لیکن معلوم ہوا کہ کچھ نہیں
معلوم ہوا حقیقت یہ ہے کہ اس سرای الہی پر عبور انسان کا کام ہی نہیں ہے ۛ

(۸۴)

پیش از من و تو لیل و نہار بود است
گردندہ فلک برائے کارے بود است

ز ہزار قدم بجاک آہستہ نہی ۛ
کان مرد مک چشم لگارے بود است

اس سے پہلے بھی یہی رات و دن تھے اور پہلے بھی آسمان اسی طرح
گردش کرتا تھا۔ دیکھ زمین پر قدم آہستہ رکھ یعنی اس دنیا میں غرور اور تکبر
کے ساتھ اکڑا کر نہ چل کیونکہ اس زمین میں لاکھوں کر دڑوں صہن خوش ہو
جوان بہادر و دولت مند بستیوں مٹی میں مل گئیں۔ یعنی عبرت حاصل کر و حشر آج
ان کا ہے وہی کل تیرا ہوگا ۛ

ایں گنبدِ لا جوردی و زرین طشت
بسیار بگشت است و در خواہد گشت

یک چند ز اقتضائے دورانِ قضا
مانیز چو دیگران رسیدیم و گذشت

جس طرح یہ نیلا آسمان اور یہ روشن سورج ہمیشہ گردش کرتا رہے اور
کسے گناہی طرح زندگی اور موت کا بھی چکر گھوم رہا ہے جس طرح ہم سے پہلے
اور لوگ اس دنیا میں آئے اور چلے گئے، اسی طرح ہم بھی آئے ہیں جیسے جائیں
گے۔

(۸۵)

خبر حق حکم کہ حکم را شاید نیست
ہستی کہ ز حکم او بروں آید نیست

ہر چیز کہ بہت آ پختاں می باید
آں چیز کہ آ پختاں نمی باید نیست

حکم خداوندی کے سامنے سر جھکانے والا خیام کہتا ہے کہ حکم سوائے حق ہوتا
کے اور کسی کا نہیں ہے کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو اس کے حکم سے انحراف کرے
جو کچھ ہے وہ جیسا ہونا چاہیے تھا ویسا ہی ہے اور جو چیز جس طرح نہیں ہے اسکو
اس طرح نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کی تخلیق صحیح اور
مناسب ہے۔

(۸۶)

بس خون گساں کہ چرخ بیابک بر نیست
بس گل کہ بر آد ز گل پاک بر نیست

بر حسن و جوانی پسر غمزه مشو
بس غمزه نامگفت بر خاک برنجیت

کہتا ہے کہ اس چرخ بے باک نے بہتوں کا خون کیا ہے دیکھو کتنے ہی
 بچوں جو صاف ستھری مٹی سے اُگے ہیں مہر جھا جاتے ہیں اس سے سبق حاصل
 کرو اور جوانی پر گھمنڈ نہ کرو۔ بہت سی کلیاں کھلنے سے پہلے ہی گر کر خشک ہو
 جاتی ہیں، اسی طرح جوانی کی کڑواؤں بھی بھروسہ کے قابل نہیں ہے۔

(A6)

طوریست که صد هزار موسی و پیداست
دیرلیست که صد هزار عیسی و پیداست
تقصیرلیست که صد هزار قمیصر گنبد شست
طاقتلیست که صد هزار کسری و پیداست

دنیا کی بے تباہی کا نقشہ دکھاتا ہے کہ یہ دنیا ایک ایسا طور ہے جس نے
ہزاروں موسیٰ کو یکے میں ایک ایسا دیر ہے جس نے ہزاروں عیسیٰ جیسے دیکھ
ڈالے۔ یہ دنیا ایک ایسا محل ہے جس میں ہزاروں قیصر آئے ورنے گئے اور ایک
ایسا حلقہ جس نے ہزاروں کسرتے دیکھ ڈالے۔

(A)

اے دل چو زمانہ می کند غنا کت
ناگہ برود زن ردان پاکست
بر سبزہ نشین و خوش نہی رنے چید
تراں پیش کہ سبزہ بردمدا از خاکست

لے دے اس فانی دنیا میں سب تجھے غم ہی پہونچتا ہے انجام کار ایک دن الپ

ہوگا کہ ایک دم جانِ پاک، اس جسمِ خاکی سے جد ہو جائے گی، اس لئے بہتر ہے
 کہ یہ چند روزہ زندگی سبزہ پر بیٹھ کر گزار دے قبل اس کے کہ تیری مٹی سے گھس
 وغیرہ اُگے مطلب ہے کہ جس طرح سبزہ اُگتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے، پھر اگتا ہے
 پھر فنا ہو جاتا ہے اسی طرح سانس کی بھی آمد و رفت ہے تو، اس مددِ سانس کی آمد
 و رفت کو غنیمت سمجھ اور جو کچھ کرنا ہے کرے ۔

(۸۵)

چوں لالہ بہ نور و قدح گبیر بدست
 بالالہ رخ اگر ترا فرصت بہست
 مے نوش مخور غصہ کہ این چرخ کہن
 ناگاہ ترا چو خاک گردانہ لپست

نور و زکے دن لالہ کی طرح قدح (معرفت) ہاتھ میں لے، اور کسی لالہ رخ
 (صاحبِ دل کی خدمت میں) ہر شراب (معرفت) پی اور کسی چیز سے رنجیدہ نہ ہو
 کیونکہ یہ آسمان کی چکی جو ہر وقت گردش میں رہتی ہے۔ کسی دن بجے ہیں کہ
 مٹی میں ملا دے گی ۔

(۹۰)

بیزداں چو گل باوجود مارا آراست
 دانست ز فعل ماچہ خواہد برخواست
 بے حکمش نیست برگنا ہے کہ مر است
 پس سوختن قیامت از بہر چہ خواست

جو لوگ جبر و قدر کے قائل ہیں، ان کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ خدائے
 برتر نے جس وقت ہم کو اس خاکی وجود سے آراستہ کیا ہے تو اس کے تو علم میں

یہ بات تھی کہ ہم کیا کام کریں گے تم کہتے ہو کہ اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا ہے تو پھر گناہوں کے باعث قیامت کے دن دوزخ میں جلتا کیوں ہوگا؟

(۹۱)

برچہ کل شبہم نوروز خوش است
در صحن چمن روئے دل افروز خوش است

روزے کہ زشت ہرچہ گوئی خوش نیست
خوش باش روزے گویا کہ امروز خوش است

کہتا ہے کہ پھووس پر پڑی ہوئی شبہم کیسی اچھی معلوم ہوتی ہے چمن میں یہ جلوہ خوب کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے تو جس طرح پھولوں پر شبہم تھوڑی دیر ہر غائب اور فنا ہو جاتی ہے، اسی طرح تو بھی جو وقت گزر چکا ہے اس کی اچھائی بڑی سے متعلق کچھ نہ بیان کرنے گزرے ہوئے وقت پر افسوس رنج کو دیکھ لینے حال کو دیکھ اور خوش رہ +

(۹۲)

گر گل بنو در نصیب باخار پس است
ور نور نمی رسد بہار پس است

گر سبچ و سجادہ و شیخ بنو و
ناقوس کلیسا و زمار پس است

پیکر تنیم و رضا ختام کہتا ہے کہ اگر ہماری قسمت میں پھول نہیں تو نہ ہوں گے
ہے سہی۔ در اگر تبیح سجادہ و شیخ نہیں ہے تو نہ ہوں ناقوس کلیسا اور جبنو ہی ہمارے
لئے کافی ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تو ہر رنگ میں تجھی کو دیکھتا ہوں اور ہر حال میں
خوش ہوں مجھ کو تو ہر چیز میں تو ہی تو نظر آتا ہے +

(۹۳)

آل بیت کہ دلم ز بہر او زار شدہ است
او جائے دگر لغم گرفتار شدہ است

من در طلب علاج خود چوں کو شتم
چوں آنکہ طبیب ماست بیمار شدہ است

وہ مشوق حقیقی جس کی یاد میں میرا دل زار و نزار رہے وہ دوسری جگہ غم
عشق میں گرفتار ہے یعنی وہ صرف میرا اکیدا مشوق نہیں ہے۔ اس کو سب ہی
کی فکر سے ایسی صورت میں ہیں اپنے علاج کی کیا کوشش کروں۔ جبکہ طبیب
خود ہی بیمار ہے ۛ

(۹۴)

در عشق تو از ملا متم ننگے نیست
بابے خیراں درین غلجے نیست

آل شربت عاشقی ہمہ مردانست
نامرداں را ازین قدر رنگے نیست

عاشق بدنام خیام کہتا ہے کہ تیرے عشق حقیقی میں لوگ جو کچھ کو ملا
کرتے ہیں اس سے مجھ کو ننگ نہیں ہے جو لوگ معرفت اپنی، در عشق حقیقی
سے کورے ہیں میں ان سے اس معاملہ میں الجھتا ہی نہیں یہ شربت عاشقی یعنی
شراب معرفت تو مردوں کا حق ہے نامردوں کے لئے اس شراب میں کوئی
حصہ نہیں ہے ۛ

(۹۵)

اے گویا روزِ خمی باشد مست
قولیتِ خدایتِ درِ زمون

گر عاشقِ مست روزِ خمی خوابِ لود
فروا بینی بہشتِ پچو کفِ دست

نیام کتاب ہے کہ وہ مجھ میری سستی کی وجہ سے روزِ خمی کہتے ہیں یہ نہ کہ
کہنہ خد ف ہے اس پر دھیان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ گر عاشق جس کا بھری
عشق میں مست و مدہوش رہتا ہے گر روزِ خمی میں بھیجے گئے تو کھد آب دیکھ میں
گئے کہ کھل قیامت کے دن جنت میں خاک ٹپتی ہوگی :

(۹۶)

ترس اجل و بیمِ فنا بستی تست
ورنہ ز فنا شاخِ لبنا خوابِ درِ مست

من از دم عیسوی شدم زبند و بکال
مرگ آمد و از وجودِ من دست

موت کا خوف اور فنا کا غم یہ بے خبروں کا حصہ ہے حقیقت میں فنا سے تو
بقا حاصل ہوتی ہے (یہ ایک مسئلہ مسئلہ ہے کہ فنا یعنی موت حیاتِ ابدی کا دروازہ
ہے) پھر کہتا ہے کہ میں تو دم عیسوی یعنی حکمِ خدا سے عام وجود میں آیا ہوں اس سے
موت کو میرے وجود سے ہاتھ دھونا پڑے یعنی موت کا اختیار میرے جسم پر تو
ہو، لیکن میری روح پر کچھ اختیار نہیں ہے اس کو تو بقا سے دو م حاصل ہے :

(۹۷)

باہر بد و نیک راز نتوانم گفت
دائم سخن دراز نتوانم گفت

حالے دارم کہ شرح دادن نتوان
رازے دارم کہ باز نتوانم گفت

نخاز معرفت سے چھکا ہوا خیام کہتا ہے کہ ہر حقو بد و نیک سے اسرار معرفت نہیں بیان کئے جاسکتے ہیں اور یہ ایک لمبی کہانی ہے جس کو ہر موقع پر نہیں بیان کیا جاسکتا ہے میں ایسے حال میں ہوں کہ جس کی شرح نہ ممکن ہے۔ چہ کو ایسا بعید معلوم ہے کہ جس کو کسی طرح نہیں کہہ سکتے ہوں :-

(۹۸)

گردوں نگری ز عسب فرسودہ ماست
جیحوں اثرے ز چشم پالو وہ ماست

دوزخ شرے ز رنج بیہودہ ماست
فردوس وے ز وقت آسودہ ماست

حکمت کے موتی پونے والا خیام کہتا ہے کہ یہ آسمان جانتے ہو کیا ہے یہ انسانی عمروں کا ایک گھسا پسا ہوا صرف نام ہے یعنی لوگ ابتداءے آفرینش سے اس کو آسمان کہتے آئے ہیں ورنہ حقیقت میں کچھ نہیں ہے اور یہ دریائے جیحوں ہماری ہی آنکھوں سے نکلا ہے

دوزخ کیا ہے بے فائدہ رنج کا اجسام کا
اور جنت کیا ہے آرام و سکون کا لمحہ

(۹۹)

چوں چرخ بیکام یک خود منہ نگشت
خوابی تو خاک بخت شمر خوابی بخت

چوں بایر مرد آرزو با ہمہ است
چہ مور خورد بگور چہ گرگ بدشت

مرحیز فی حقیقت پر غور کرنے والا ختام کہتا ہے کہ چاہے تم سات آسمان
ثابت کرو چاہے آٹھ لیکن عقلمند کے نزدیک کارخانہ عالم پر ان کی گردش کا
کوئی اثر نہیں ہے۔ اس زندگی میں جسم خاکی کے سئے لاکھوں آرزوئیں اور تمنا
پیدا کر لو لیکن میاں یہ جسم تو ایک بیکار چیز ہے مرنے کے بعد چاہے اس کو
چیونٹیاں کھنا جائیں چاہے بھیر چیر بھاڑ رکھائیں سب برابر ہے ۴

(۱۰۰)

شادی مطلب کہ حاصل عمر وے است

ہر ذرہ ز خاک کب قیادے وجہ است

احوالِ جہان و اصلِ ایں عمر کہ ہست

خوابے و خیالے و فریبے دے است

انجام کار کو دیکھنے والا ختام کہتا ہے کہ خوشی ست ڈھونڈو اس لئے کہ
حاصل عمر ایک دم ہے یہ خاک کے ذرہ جو ہوا کے ساتھ منتشر ہوتے رہتے
میں ان میں کب قیاد اور جم جیسے بادشاہوں کی خاک کے بھی ذرے ہیں۔ دنیا کو
ہر قسم کے آدم و آسائش میسر تھے، اس دنیا کا حال و اس عمر کی اصل کیا ہے پس
ایک خواب ایک خیال فریب اور مکاری ہے بقاؤ و دام تو دار آخرۃ ہی کو

(۱۰۱)

ایں کہنسر رہا طرا کہ عالم نام است
 آرام گہ ابلق صبح و شام است
 بزمے است کہ داماندہ ضحیٰ است
 قصر لیت کہ تنگیہ گاہ بہ بہ است
 خیام کہتا ہے کہ یہ برائی سرائے جس میں تپ سے پہلے گنتی مس ذلے
 ٹھہرے، درجے گئے اس پانی سرائے کا نام عالم ہے اور یہ دنیا۔ مٹا ہوا ہے
 و شام کے رام کرنے کا ٹھکانا ہے یہ دنیا ایک ایسی بزم ہے جس کی زینت
 سینکڑوں جمشید جیسے بادشاہوں سے ہوئی ہے اور یہ دنیا ایک ایسا محل ہے
 کہ جس میں سینکڑوں بہرام جیسے بادشاہوں نے ذرا دیر بیٹھ لگائی اور چل دی
 ہے۔

عجب سرائے ہے یہ دنیا کہ جس میں شام و صبح
 کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

(۱۰۲)

آں قصر کہ بہرام در و جام گرفت
 رو بہ بچہ داد و شیر آرام گرفت
 بہرام کہ گور می گرفتے دامنم
 بنگر کہ چلو نہ گور بہرام گرفت

دنیا کی بے ثباتی پر خیام کہتا ہے کہ وہ محل جس میں بہرام جیسا بادشاہ بیٹھ کر
 شراب پیا کرتا تھا، اس کا معلوم ہے کیا حشر ہوا وہ محل ایسا جاڑ ہو گیا کہ
 اس میں لومڑی نے بچہ بنے اور شیروں کا مسکن بن گیا

چند بہ امر کا حشر بھی معلوم ہے کیا ہو گا
جو کور خیر کا کرتا تھا ابدان سی بہ مرگوں اور آئینہ سے پڑ گیا۔ نہ جتو بہ

(۱۰۲)

ہر چہ کہ رنگ و بو سے زیبا ست مرا
چوں لالہ رخ و چوسر و بالامت مرا
معلوم نہ تھا کہ در طرب خفا خاک
نفاش من از بہر چہ آرامت مرا

تباہی غریبہ ت میں ہو چکا عقل کے بھڑکا اتر کر تے ہوئے کہتا ہے کہ ہر
چند میرا رنگ و بو بہت چاہتا ہے میں در رو بھی ہوں اور نہ وقت بھی سیکھتا
معلوم ہو چکا کہ اس کی فدا میں تجھ کو کس سے پسند کیا گیا ہے

(۱۰۳)

اں پہ کہ دریں زمانہ گم گیری دوست
باہل زمانہ صحبت از دور نکوست
اں کس کہ بھلائی ترا نکیت دوست
چوں چشم خرد باز کنی دشمنت دوست

زمانہ در ہل زمانہ کی شکایت کرتے ہوئے خیام کہتا ہے کہ اس زمانے
میں یہ ہی بہتر ہے کہ دوست کم باہل زمانہ سے دور کی صاحب سلامت
اتھی ہے۔ جس شخص پر تجھ کو کاہل اعتماد ہو گا، رغور کرے گا تو وہی تیرا دشمن
نکلے گا +

(۱۰۴)

(۱۰۴)

با دشمن و دوست فعل نیکو نیکو است
بدست کند آنکہ نیکیش عادت و عادت

با دوست چہ بد کنی شود دشمن تو
با دشمن اگر نیک کنی گردد دوست

مرنجان و مرنج خیام کہتا ہے کہ دشمن ہو یا دوست سب کے ساتھ بھلائی
کر کیونکہ بھلائی ہمیشہ بھلائی ہی ہے جس کی عادت و خصیت اچھی ہوگی وہ
کسی کے ساتھ بُرائی نہیں کریگا بُرائی ایسی چیز ہے کہ اگر دوست کے ساتھ کی
جائے تو وہ بھی دشمن ہو جائے گا اور بھلائی ایسی چیز ہے کہ دشمن کو دوست
بنادیتی ہے :

(۱۰۵)

خیام کہ خیمہائے حکمت میروخت
در کورہ غم قنار و ناگاہ بسوخت

مقدانش اجل طناب عمرش چو برید

دلّال قضا بہ رایگانیش بفروخت

خیام وہ خیام جس نے حکمت و فلسفہ کے خیمہ بکھرے کر دیئے تھے، اس کے
وہ خیمے (یعنی اس کی حکمت و فلسفہ کی پونجی) اس ظلمتکدہ غم میں سب نذر تن
ہو گئے۔ جب جل نے دنیا سے پینے کا حکم سنایا تو دلّال قضا نے وہ ساری
پونجی کوڑیوں کے بھاڑ بیچ ڈال دیا۔

سب بھٹا بھٹا پڑا رہ جائے گا جب چلے گا بنجار

(۱۰۴)

خیام ز بہر گنہ این ماتم چسپیت
 در خوردن غم فائدہ بیش و کم چسپیت
 آں را کہ گنہ نکرد و غفراں بنود
 غفراں ز برائے گنہ آید غم چسپیت

پنے خالق و معبود و مطلوب و مقصود کی ذات پر کامل بھروسہ کر کے کہتا ہے کہ
 اے خیام اپنے گناہوں پر اس قدر ماتم کیوں کرتا ہے اس کا غم کرنے سے نہ کمی کا فائدہ
 ہے نہ زیادتی کا اپنے معبود کی رحمت پر بھروسہ رکھ اور خوب سمجھ لے کہ بخشش تو
 گناہوں کی ہوگی یعنی بخشش کا ظہور تو اسی وقت ہوگا جب گناہ کئے جائیں گے اور جب
 گناہی نہ ہوں گے یعنی گناہگار نہ ہوں گے تو پھر بخشش کس کے سے ہوگی ؟

ترمذی کی حدیث ہے کہ حضرت ابو صرمرہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ایوب
 رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے تم لوگوں سے ایک
 بات چھپا رکھی ہے جو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی میں نے فرماتے
 سنا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرتا جو گناہ رلی اور اللہ
 اسے بخش دیتا ؟

موقوف جرم ہی بہ کرم کا ظہور تھا
 بندے اگر قصور نہ کرتے قصیر تھا

(۱۰۵)

اے دل چو نصیب تو ہمہ خوں شدت
 احوال تو ہر لحظہ دگرگوں شدت

لے جاں تو دریں تنم چہ کار آمدہ
چوں عاقبت کار تو بسیر شد

خیام کہتا ہے کہ اسے دس جبکہ تیری قسمت میں خون ہونا یعنی برباد ہونا ہی
ہے ورنہ ہر دم تیرا حال دگرگوں ہونا لکھا ہے اور اسے جان تو اس جسم میں کسے
داخل ہوئی جب کہ تیرا انجام اس جسم سے جدا ہونا ہے ۔

(۱۰۸)

نہ لائق مسجد م نہ درخور کنشت
ایزداد اندر گل مرا از چہ سرشت

چوں کافر درویشم و چوں قبحہ زشت
نہ دین و نہ دنیا و نہ امید بہشت

کہتا ہے کہ میں نہ تو اس قابل ہوں کہ مسجد میں جاؤں اور نہ اس قابل ہوں
کہ بتخانہ میں جاؤں خدا ہی واقف ہے کہ میں کس مٹی سے بنایا گیا ہوں یعنی کس
کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں میں تو ایک کافر درویش ہوں یا ایک بد نصیب
قبحہ کی طرح ہوں نہ دین حاصل ہے نہ دنیا اور بہشت کی امید ۔

(۱۰۹)

یارب تو کریمی و کریمی کرم است
عاصی زبیر و برول زباغ ارم است

باطا عتہ اریہ بخشی اں نیست کرم
باصیبتہ اگر بخشی کرم است

خیام اپنے معبود سے عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تو تو کریم ہے اور کریمی ہی
کرم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ گنہگار جنت سے محروم ہوں گے نہ اندر اگر عبادت و

زہد پر بخشش منحصر ہے تو اسے میرے خالق یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ یہ کرم ہوا
اسبتہ باوجود گناہوں کے اگر میں بخشا جاؤں تو یہ ضرور کرم، درمہربانی ہے ۛ

(۱۱۰)

من بندہ عظیمِ رضا ہے تو کجاست
تاریک دم نورِ صفا ہے تو کجاست
مارا تو بہشت گر بہ طاعت بخشی
ایں مزدِ بد و لطف و عطا کی تو کجاست

عرفانِ اپنی کی شراب کا متواری خیام اپنے معشوقِ حقیقی کے ساتھ رازِ دنیا
میں مشغول ہے کہتا ہے کہ میں تو تیرا ایک گنہگار غلام ہوں اور تیری صرف تیری
رضا مندی اور خوشنودی کا طالب، آخر تیری رضا مندی اور خوشنودی کہاں
ہے میرا یہ تاریک دل اندھیرا گھر تیرے ہی نور سے جگمگا سکتا ہے تو بتا تو وہ نور وہ
تیری تجلی کہاں ہے جو میرے اس تاریک دل کو روشن اور منور کر دے کیا وہ
انہیں سوگوں کے دل میں ہوتی ہے جو ظسری اور ریاکاری کی عبادت کرتے
ہیں اچھا یہ تو بتا دے کہ بہشت کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ عبادتِ کریموں کو
عطا ہوگی در، واقعی ایسا ہوا تو بھریہ تو کھلی ہوئی مزدوری ہوگی۔ ہم نے عبادت
کردی تیرے نام کی چار ٹکریں لگالیں تو نے بہشت دیدی لیکن اس سے کرمی
اور لطف و عطا سے کیا واسطہ تیرا رحم و کرم تو اسی وقت معلوم ہوگا کہ بغیر ظاہر کی
بندگی کے بخشا جاؤں ۛ

(۱۱۱)

کو مطرب و سنے تا بدسم دادِ صبح
خوش وقت دے کر مئی کند یادِ صبح

مارا بچھاں پسیرمی باید خوش
سستی و عاشقی و سر یاد صیون

مست ست خیام کہتا ہے کہ مطلب کہاں ہے شراب کہاں ہے باؤ
یہ صبح کا سہانا وقت اس قبل ہے کہ اس کی داد دیجائے وہ دل ایسی وہ
لوگ کیسے خوش نصیب ہیں جو اس وقت اپنے پروردگار کو یاد کرتے ہیں
کہ کتاب ہے کہ دنیا میں مجھے صرف تین چیزیں چاہیئے ہیں اور بس سستی عاشقی اور
صبح کے وقت کی مناجات *

(۱۱۲)

پول می گذر و عمر چہ شیریں و چہ تلخ
پیما نہ چور پر شود چہ بغداد و چہ بلخ

مے نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسے
ز سلخ لغزہ آید و غزہ بسلخ *

دنیا کی ہر چیز کو نگاہ تحقیر سے دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ جب یہ عمر گزرنے
والی ہے اور گزر رہی رہی ہے تو پھر اس سے کیا مطلب کہ اچھی طرح گزرتی ہے
یا بری طرح اور جب پیما نہ عمر بھر یہ ہوگی تو غزہ بغداد میں مرے یا تلخ نہیں
جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

جو آہنگ رفتن کند جان پاک
چہ بر تخت مردن چہ بر درے پاک

جب جان نکلنے کا ارادہ کرے تو پھر تخت پر مرنا اور مٹی پر مرنے میں کیا فرق ہے
پھر کہتا ہے کہ شراب (معرفت) پی کہ میرے اور تیرے بعد زیادہ طاقت
غزہ میں آئے گا اور غزہ سے سلخ میں۔ سلخ بکری کی کٹاں اتارنے کو بھی کہتے

ہیں اور اس دن کو بھی کہتے ہیں جس دن کی شام کو چاند نکلے والا ہوتا ہے اور غلہ
چاند کی ت کو کہتے ہیں مطلب ہے کہ ہر سہ ماہی حدیہ زمانہ اور گردش میں بنا
نوا سی طرح قائم رہیگی ۛ

(۱۱۳)

بنگڑ جہاں چو طرف برستم پیچ
وزحہ صیل کمر چسیت در دستم پیچ

شمع طربم ولے چو بنشستم پیچ
من جام تجولے چو بشکستم پیچ

خیام کہتا ہے کہ دیکھ اور غور کر دنیا سے جو خوشیاں یعنی جو امیدیں باندھی
نہیں وہ سب بچھ ہو گئیں اور دل تیر ہی دستی کے سوا کچھ نہیں پھر کہتا ہے کہ
میں شمع طرب ہوں لیکن جب شمع گل ہو گئی یعنی فنا ہو گئی تو پیچ ہوں میں جام
جمہ ہوں لیکن جب ڈٹ گ تو پھل بیکار ہو گیا ۛ

(۱۱۴)

قدر گل و گل بادہ پرستار و اند
نئے تنگداری و تنگ دستار و اند

از بے خبری بے خبر و ال مغرور اند
ذوقیست دریں بادہ کستار و اند

وہ عرفان کا مست است خیام کہتا ہے کہ موسم بہار اور شرب کی قدر
تو بادہ پرست ہی جانتا ہے یعنی جو لوگ معرفت الہی کا ذوق سمجھتے ہیں وہی
اس کی بہت سے آگاہ ہیں تنگداری و تنگداری ظاہر پرست کیا جانیں جنہیں
فصاحت سے محفل سیر اور ذوقی سلیم نہیں ملتا ہوا ہے وہ بے خبری کی وجہ سے

مضور ہیں، اس بادۂ (معرفت) میں جو ذوق دلالت ہے اس کو نہ ہی لوگ جانتے ہیں جو مست ہیں۔

(۱۱۵)

زآوردن من بنود گردوں را سود
وز بردن من جاہ و جلالتش نفوذ

وز بیج کے نیز دو گوشم نشید
کاوردن و بردن من از ہر چہ بود

خیام عالم حیرت میں پوچھ کر کہتا ہے کہ معلوم نہیں میرے یہاں لانے میں کیا مقصد تھا اور نہ یہ معلوم ہے کہ ہست سے بچر نیست کرنے میں کیا مصلحت ہے اس کے علاوہ میں نے کسی اور سے بھی اس کی مصلحت کے متعلق کچھ نہیں سنا کہ نیست سے ہست اور ہست سے نیست میں کیا مصلحت ہے۔

بجناہی رہا یہ سائہ ہستی بیہات

مرکہ بھی کھلانہ راز ہستی بیہات

پایاں نہیں قصہ مخمر کچھ تیرا
لے طول شبِ دراز ہستی بیہات

(۱۱۶)

بوئے خوش گل بزخم خارے ارزد
گر بادۂ خوری ہم بجماے ارزد

بارے کہ از و ہزار جاں تازہ شود

انصاف بدہ کہ انتظارے ارزد

کہتا ہے کہ گل مراد حائل کرنا اور اس کی خوشبو سونگھنا کچھ آسان نہیں ہے

پھوں حاصل کر سکتے تھے کہ انہوں نے زخم بھی بہنے دئے ہیں شراب معرفت
 کا ست ست ست ست ست ست کی تکلیف بھی جھیلنا ہی پڑے گی تو پھر ایسا محبوب
 بہت ست ست ست ست ست کی ہیں آڑ کی جانے انصاف کرو کیا وہ اس قابل بھی
 نہیں ہے کہ اس کے لئے انتشار کی تکلیف اٹھانی جائے مشابہ یہ ہے کہ
 راجہ حقیقت میں بہت کچھ نہیں دیکھیں ہیں اور لغاتے رہا لی کے لئے شد
 متفکر کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے :

(۱۱۷)

دست چومنے کہ جام وساغر گیرد
 جیف ست کہ آں زیادہ کمر گیرد
 تو زبیر خشکی و منہمک ست
 آتش نشینہ ام کہ در تر گیرد

کہتا ہے کہ جب مجھ جیسا آدمی ہاتھ میں جام وساغر لے لے دینی طاعت
 کا رسنا اختیار کرے تو پھر افسوس ہے کہ شراب پینے میں کمی کرے پھر کہتا ہے
 کہ تو خشک مغز نہ ہو رہے تجھ میں وہ تیزی یعنی باطنی لگاؤ کہاں ہے جو مجھ میں پھر میں
 نہیں سمجھتا ہوں کہ ترجمہ کو آگ کیونکر جلائے گی :

(۱۱۸)

در ملک تو از طاعت من بیچ فرود
 در معصیت کہ رفت نقصانے بود
 گنہار میگیسر زانکہ معلوم شد
 گیر زہ دیر کی و گنہار زہ زود

اعتراف گناہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میری عبادت و طاعت سے

تیری سلطنت اور خدائی میں کیا کوئی چیز زیادہ ہو جائے گی (ہرگز نہیں) درار
کوئی رات دن معصیت میں مبتلا رہے تو کد تیری خدائی میں کچھ ہی ہو جائے گی
(ہرگز نہیں) اس لئے بھگو معاف کرے کیونکہ بھگو معاف مہربان ہے کہ تو اپنے بندوں کو
دریہ بکرتا ہے لیکن جلدی پیچیدہ دنیا ہے یعنی معاف کر دیتا ہے ۛ

(۱۱۹)

چوں رزق تو آنچه عدل قسمت فرمود
یک ذرہ نہ کم شد و نخواہد افتاد

آسودہ زہر چہ ہست می باید شد

آزادہ زہر چہ ہست می باید بود

کہتا ہے کہ تیری قسمت میں جو کچھ رزق مقدر کر دیتا ہے وہ بھگو بیگا
اور ضرور ملے گا جیسا کہ قرآن شریف ہے: وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ: تمہارا رزق آسمان پر ہے
اور میں ایک ذرہ کے برابر کی بیشی نہیں ہو سکتی تو پھر جس حال میں بھی رہو آسودہ
اور غمشدل رہو ۛ

(۱۲۰)

جانم بفدائے آنکہ او اہل بود

سر در قدش اگر ہنم سہل بود

صیت
خواہی کہ بدانی یہ یقین دوزخ

دوزخ بکہاں صحبت تا اہل بود

میری جان اس پر فدا جا اہل ہو یعنی جو صاحب دل اور صاحب باطن ہو
ایسے شخص کے قدموں پر سر رکھ دینا میرے لئے بہت آسان ہے اگر مجھے چاہتے
ہو کہ دنیا میں دوزخ کیسے تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا میں دوزخ

نااہل کی صحبت ہے :

(۱۲۱)

آہنا کہ کہن شدند و آہنا کہ نوند
ہر یک ہر ادخولش یک یک ہر بند
ایں سفلہ جہاں کہیں نہاند جاوید
رفتند و روند و دیگر آہند و روند

خیام کہتا ہے کہ جو لوگ (طلب مولیٰ میں) بوڑھے ہو گئے ہیں اور جو لوگ
سرسرستہ ہیں (ابھی نئے) (نوا موز) ہیں خدا کرے ایک ایک اپنی مراد کو پہنچے
رہا یہ جہان یہ تو کسی کے ساتھ ہمیشگی برتا ہی نہیں ہے یہ سلسلہ آمد و رفت تو
اسی طرح جاری رہے گا :

(۱۲۲)

دل چراغے ست کہ نور اندر خدیر گیرد
در بیزد ز غمش زندگی از سر گیرد

صفت شمع پر پروانہ دے باید گفت

کیں حدیثیت کہ با سوختگاں دیرد

کہتا ہے کہ دل، ایک، سیا چسپاں ہے جو رخ یار سے روشنی حاصل کرتا ہے
اور محبوب کے غم میں مرنے کے بعد نئی زندگی حاصل ہوتی ہے لیکن شمع کی
پروانہ سے کہنی چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے دل جلے
ہی واقف ہیں :

(۱۲۳۳)

آہنا کہ در آمدند و در جوش شدند
آشفته ناز و طرب نوش شدند

خوردند پیالہ و در جوش شدند

در خواب عدم جہلم آغوش شدند

وہ لوگ جو اس دنیا میں آئے اور نہ دنیا کا نام لیتے اور عیش و طرب میں

مشغول رہے شراب عیش کے پیائے پئے اور کسی کی نہ جوش میں مبتلا رہے وہ سب

خواب عدم سے ہم آغوش ہو گئے یعنی ان کی زندگی کا عدم ہے ۔

(۱۲۳۴)

آں کس کہ گنہ نہزد او سہیل بود
ابن نمکتہ بگوید ار کہ او اہل بود ۔

علم ازلی علت عصیان کردن

نزدیک حسدیم غماہیت چہل بود

خیام کہتا ہے کہ جو لوگ گناہ کی اہمیت نہیں سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک گناہ کرنا

آسان ہوتا ہے مگر وہ عقل سے کام لیں تو ان کو یہ نہ کہتے سمجھنا چاہیئے کہ علم ازلی

یعنی باری تعالیٰ کے علم کو گناہ کی علت قرار دینا صاحب عقل اور صاحب حکمت

کے نزدیک چہل (سخت ترین گناہ) ہے

مطلب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ ہمارا گناہ کرنا اسی کے حکم سے ہے یعنی اس نے

ہماری تقدیر میں لکھ دیا ہے سخت جہالت اور قدرت پر اہتمام ہے ہمارے

کو ہمارے کاموں کا علم ہماری پیدائش سے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے اسکے

علم کی شان یہ ہے کہ دنیا میں جو کام کروں سال بعد کو ہونیو اسے میں

اس کے سامنے ہر وقت ہول ہے ہیں :

(۱۲۵)

ایسے ترخ بننا پیشہ دغا سے بنسیاد
بہ زگرہ بستہ کس رانگشت د

ہر جا کہ یکے دید کہ داسے دارد
داسے دگرش برہ آل داسے دارد
یہ چہٹ یہ چہٹ پیشہ آسن سہ کسی کی بی مراد پوری نہیں کی س کا تو کیم
ہے کہ جہاں ایک دغا دیکھتے ہیں درد دغا بردار دغا لگا تا ہے *

(۱۲۶)

آل مردنیم کز عدلم بسیم آید
س پم مرا خوشہ آریں بیمہ آید

چاہت عبارت مرادادہ غذا
تسلیم کنم چو وقت تسلیم آید
میں نہ یگو نہیں سن ہر جہ موت کے خوف سے ہائے دائے کرتے ہیں کیونکہ
میں س رز سے آگاہ ہوں کہ موت کی چیر بندہ جان خدا کے قدم سے اس
جسم کی میں عریض ڈال ہے اسے جب تسلیم و رضا کا وقت یعنی جان جانے کا وقت
آئے گا تو میں تسلیم و رضا کا ثبوت دوں گا کہ

جان دی ہوئی اتھی اسی کی دی

(۱۲۷)

از وقفہ غم تر خب خواہم کرد
وال را بد و حرف مخفی خواہم کرد

با عشق تو در خاک سر خواہم شد
 با مہر تو سر ز خاک بر خواہم کرد
 خیام ہمارے خیام کتاب کہ، یہی حاست غم داند وہ کو در لفظوں میں ادا کئے
 دیتا ہوں میں مردوں کا تو تیری ہی یاد میں اور دوبارہ جب خاک سے اٹھایا جاؤں گا
 تو تیرا ہی نام پیتا ہوا اٹھوں گا ۛ

(۱۲۸)

عاش غم و اندیشہ رشتے نخورد
 جز جام لبالب و پیاسیے نخورد
 غم در دل و بادہ در صراحی باشد
 خالکش بسرا کند غم خوردے نخورد
 جس کو عقل سلیم عطا ہوئی ہے وہ دنیا کی لاشے، در بیکار و فانی چیزوں کے
 غم میں مبتلا نہیں ہوتا ہے اس کا کام معرفت کے جام لبالب اور پیے در پیے پیتا ہوتا
 ہے۔ دل میں سوز و گم زہ ہو اور صراحی میں بادہ ہو پھر تو اس کے سر پر خاک ہے
 جو غم کھائے اور شراب نہ پئے ۛ

(۱۲۹)

کم کن طمع از جہاں ہمیری خرسند
 از نیک و بد زمانہ بگسل پیوندد
 خوش باش و سے چنانکہ این دور خاک
 ہم بگسند و نماند این روزے چند
 خیام کہتا ہے کہ دنیا کی طمع کم کر یہاں کی فانی چیزوں سے دل نہ لگا
 زمانہ کے اچھے برے سے تعلق قطع کر دے جو دم گزرتا ہے اس کو خوشی سے گزرتا

جس طرح دور فلک یعنی زمانہ گزرتا جاتا ہے اسی طرح عمر بھی گزرتی چلی جاتی ہے :

(۱۳۰)

شب نیست کہ عقل در تحمُّل نشود

وز گریہ کنارِ من پر از در نشود

پُرسے نشود کا سرِ سرازِ سودا

آں کا سہ کہ سہنگوں بود پر نشود

خیام کہتا ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی ہے کہ عالم حیرت میں نہ گزرتی ہو اور کوئی رات بغیر روئے ہوئے نہیں گزرتی یہ سر کا کا سہ مئے معرفت سے پر نہیں ہوتا ہے یعنی رات کو اگر محبوب حقیقی سے لونہ لگائی جائے جہرِ سیارہ وند ہوتا ہے وہ مئے سے نہیں بھرتا ہے یعنی جو آنکھیں رات بھر سوتی رہیں ان میں شراب معرفت کا خمار نہیں ہو سکتا :

(۱۳۱)

تا بود دلہ ز عشق محروم نہ شد

کم بود ز اسرار کہ معلوم نہ شد

آنکوں کہ بھی نگر م، ز روئے خرد

معلوم شد کہ بچ معلوم نہ شد

انسانی عقل کو اس کی کند تک پہنچنے میں نارس سمجھنے وار خیام کہتا ہے

کہ میرا دل کبھی عشقِ اہی سے محروم نہیں ہوا، سرایِ قدرت کم ایسے ہیں جو میری

سمجھ میں نہ آئے ہوں لیکن اس کے باوجود جب عقل کی آنکھیں کھول کر دیکھتا

ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تو مجھے کچھ بھی نہیں معلوم ہوا :

(۱۳۴)

اجرام کہ ساکنانِ این ایوانند
اسبابِ ترددِ خردمندانند

ہاں تا سرِ رشتہ نشینِ دگر گم ننگین
کاناں کہ مدبرِ اندرِ سرگردانند

حکیم ختام کہتا ہے کہ یہ اجسامِ فکی چاند سوج و غیرہ ظاہری عقل رکھنے والوں کے سوج بچار کے لئے ہیں جب تک کہ اس ظاہر پرست عقل کو نہیں کھو دے گے گوہرِ مقصودِ خالص نہیں ہو گا۔ بس اسی سرگردانی میں مبتلا ہو گے کہ کرہ چاہیں کیونکر رسائی ہو مرتخ والوں سے کیسے باتیں کریں وغیرہ وغیرہ ۛ

(۱۳۵)

دردِ بربرِ آنکہ نسیمِ نامے دارد
وز بہرِ نشتِ آستمانے دارد

نہ خدام کس نہ مخدوم کے
گوشا دِ بیری کہ خوش جانے دارد

متزل ختام کہتا ہے کہ دنیا میں جس شخص کو ادھی روٹی کھانے کو ملتی ہو اور تھوڑا سا ٹھکانا پیٹھ لگانے کو بھی ہو اور یہ سب خبریں بے منت غیرے ہوں نہ کسی کا خادم ہو نہ مخدوم اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ہی بہترین زندگی ہے اسی چیز کو ابنِ یمن نے بھی لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے

دو دریں نانِ گرازِ گندم است یا رز جو

دو تائے جامہ گرازِ کبوترِ راست یا از نو

چہ چار گوشہ دیوارِ فروغِ بخاطرِ حجب
کہ کس نگوید ازیں جا بخیسزد و آنجا
ہزار بار فزوں تر بنسزد این ہمین
ز فر سلطنت کی قباد کجسزد

کہتا ہے دور و ثباں فوہ گیبوں کی ہوں فوہ جو کی رو کپڑے چہ تے ہوں
پہنے تے پہنے ٹھکر کی چر دیو ری سے اندر آزادی کے ساتھ مجاہدیں ایسی صورت
سے کہ کوئی یہ کہنے والا نہ ہو کہ یہاں سے اٹھتے اور وہاں بیٹھتے تو ابن یمن کے نزد
کی قباد و کجسزد کی سلطنت سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے ۛ

(۱۳۴۱)

ز انیش کہ غیسات شمعوں آرنہ
فرمانی کہ تا بادہ گنگلوں آرنہ ہوا

تو زرنہ سے غافل ناداں کہ ترا
در خاک نہند و باز بیرون آرنہ
زندگی کے قیمتی لمحوں کو کام میں صرف کرنے کے متعلق خیام کہتا ہے کہ سر سے
پہلے کہ تیرے دس پرہیز و غم چھاپے ماریں بادہ (مہرقت) گنگلوں سے شغل کر
اونادان انسان اتنا تو غور کر کہ تو سوتا ہے نہیں کہ زمین میں لوگوں کی نظروں
سے چھپا کر دفن کر دیتے ہیں و ضرورت کے وقت پھر نکال لیتے ہیں تجھ کو تو
جب زمین میں دفن کر دیا پھر واپس آنا ہی نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہاں جو کچھ حاصل کرنا ہے
کے مرنے کے بعد پھر تو اس دائرِ عمل میں واپس آنا نہیں ہے ۛ

(۱۳۵)

در دہر چو آوازہ گل تازہ دہند

فرمائیے پیالے بہ اندازہ دہند

از دوزخ و از بہشت و از حور و قصور

فارغ بنشین کہ آں خود آوازہ دہند

کہتا ہے کہ جب بہر کا موسم شروع ہو اور اپنی دنیا شباب پر ہو تو اندازہ
کے ساتھ شراب پی اور حور و قصور جنت دوزخ کے جھگڑوں میں نہ پڑ صرف محبوب
حقیقی سے دل کو لگا یہ جنت و دوزخ تو ایسی چیزیں ہیں کہ جو جس کے لائق
ہو گا وہاں بلا بلا کر اور پکڑ پکڑ پہونچا دیا جائے گا :

(۱۳۶)

توے زکراف در غرور افتادند

توے ز پئے حور و قصور افتادند

معلوم شود چو پردہا بردارند

کز کوئے تو دور دور افتادند

خیام کہتا ہے کہ کچھ لوگ اپنی عقلوں پر ناز کر کے غرور اور تمرد میں مبتلا ہو گئے
ہیں کہ یہ سب دنیا اپنے آپ سے بن گئی ہے نہ خدا ہے نہ رسول ہے دنیا کا کائنات
یوں ہی چلتا ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو حور و قصور اور جنت کے لالچ میں دھوڑ دھڑ
کو عسجدے کئے جاتے ہیں میاں حقیقت تو جب کھلیگی جب یہ خاکی حجاب اکسیر
کے سامنے سے اٹھنے لگا اس وقت معلوم ہو گا کہ سب اصل مٹھنودے کتنی
کتنی دور پڑے ہوئے تھے :

(۱۳۷)

آں روز کہ تو سن فلک زیں کردند
و آرایش مشتری و پرویں کردند

ایں لود نصیب ماز دیوان قضا
مارا چہ گناہ قسمت ما ایں کردند

جس دن تو سن فلک پر زین کسی تھی ہے یعنی دنیا کا کارخانہ چلا گیا اور
مشتری اور پرویں وغیرہ سے اس دنیا کو سجا گیا ہے ہمارے نصیب میں
نزدیوان قضا نے شراب الست کی مستی و خرابی لکھ دی تھی وگوں کو فی طب
اک کے کہتا ہے کہ تم میرے اوپر کیوں لعن طعن کرتے ہو میں تو روزِ ازل سے ہی اس
شراب کا متوالا سہول میرے تو نصیب ہی میں یہ کھا ہوا تھا ۔

(۱۳۸)

عمرت تبا کے بہ خود پرستی گزرد
یاد رہے رستی و بستی گزرد

مے خور کہ چنیں عمر کہ غم پر دست
آں بہ کہ بخواب یا بہ رستی گزرد

خیام کہتا ہے کہ یہ عمر عزیز کب تک خود پرستی کی نذر ہوگی یا بہت رست
کے جھگڑوں میں کب تک پھنسے رہو گے شراب معرفت پیدا یسی عمر جس کے
پیچھے سینکڑوں غم بگے ہوں بہتر ہے کہ خواب میں یا رستی میں گزار دی جائے
خواب سے مراد حکم کی یہ نہیں ہے کہ شام سے جو تمان کر سوئے تو صبح
کر دی بلکہ خواب سے مراد عام استغراق ہے ۔

(۱۳۹)

(۱۳۹)

عشق کہ مجازی بود آتش بود
چوں آتش نیم مردن تا بسش بود

عاشق باید کہ سال و مادہ و شب و روز
آرام و قرار خور و خوابش بود

عاشق حقیقی خیاں کہتا ہے کہ عشق مجازی (یعنی غیر اللہ سے) میں لطف کہاں ہے عشق مجازی جس کو صوفی تقرب الی اللہ کا ذریعہ کہتے ہیں ایسا ہے جیسے بھی ہوئی آگ عاشق حقیقی تو ہیتہ کے لئے آرام و قرار اور خور و خواب کو تھ دیتا ہے مطلب ہے کہ عشق مجازی فانی جیسے اور حقیقی عشق کو ہمیشگی حاصل ہے یہ

(۱۴۰)

درد مر کے پگھلزارے ز سید

تا بروش از زمانہ خارے ز سید

در شانہ نگر کہ تا بصیر شاخ نشد

دستش بر زلف نگاہے ز سید

کوئی شخص بھی ایسے محبوب و مقصود تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک کہ زمانہ کی سختیاں اور مصیبتیں نہ جھیلے کہ کھلے کو دیکھو کہ جب تک سیکڑوں جگہ سے اس کا سینہ شگفت نہیں ہو جاتا ہے اس وقت تک حسینوں کی زلف تک رسائی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ طلب مولیٰ میں ہر قسم کی تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں دین و دنیا جان و مال سب ہی کچھ تھ دینا پڑتا ہے جب انسان منزل مقصود تک پہنچتا ہے

(۱۷۱)

یک جام ہزار مر بادیں ارزد
یک جرعه سے ملکیت چیں ارزد

در روئے زمین چیست زیاده خوشه

تلخی کہ ہزار جان شیریں ارزد
شراب معرفت کا ایک پیالہ بہ شفا و قدرت ہزاروں دوا عطا
کے برابر ہے اس کے ایک گھونٹ کی قیمت سلطنت چین سے کم نہیں جب یہی
چیز ہے تو پھر انصاف کرو کہ روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی چیز ہو سکتی ہے یہ
ہی ایک چیز ہے جس کی تلخی یعنی جس کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر ہزار جانیں ہوں تو
قربان کر دی جائیں۔

ذوق این سے نشناسی بجز اتنا جشی

(۱۷۲)

تا پار شراب جاں فزایم نہ دھد

صد بوسہ فلک بر سر پایم نہ دھد

گو نیک کہ تو بہ کن اگر دست آید

چوں تو بہ کنم اگر خدایم نہ دھد

کہتا ہے کہ جب تک میرا محبوب حقیقی اپنی معرفت و محبت کی شراب کا جام
نہ پلائے میرا تیرا ایسا کیونکر ہو گا کہ ہے کہ آسمان بھی مجھ پر رشک کرے لوگ
کہتے ہیں کہ تو اپنی ان سرستوں سے تو بہ کر لیکن جب خدا ہی نے مجھ کو یہ نعمت
عطا فرمائی ہے تو میں تو بہ کیونکر کر سکتا ہوں :-

(۱۷۳)

گریبا من اندر ترک طامات کنند
 غمہائے مرا بہرے مکافات کنند
 چوں در گزرم خاک مرا خشت کنند
 و بخند دیوار خسرا بات کنند

یہ ملامت کرنے والے اگر میرے دوست ہیں تو ان کو چاہیے کہ میرے دہر
 ملامت نہ کریں بلکہ چاہیے ہے کہ میرے غموں کا مکافات کریں اور میرے مرنے کے
 بعد میری مٹی سے اینٹیں بنا کر خرابات میں جہاں جہاں مرمت کی ضرورت ہو وہاں
 وہاں ان اینٹوں کو لگائیں۔ حافظ

گر اے زہد دعائے خیر می گوئی مرا میں گو
 کہ امیں آوارہ کوئے بناں آوارہ تبارا

(۱۷۴)

می باید بود مرد می باید بود
 سرتا بہ قدم و رد می باید بود

دایم سبقے ز عشق می باید خواند
 در کوچہ دوست گرد می باید بود

کہتا ہے کہ آدمی کو مردانگی اختیار کرنا چاہیے ہے اور سرتا سر در دامن بیہوش
 ہے۔

ہمیشہ عشق کا سبق پڑھنا چاہیے اور اپنے کو کوچہ دوست میں ناک
 کر دینا چاہیے ہے۔

اسی کو کہتے ہیں کہ طالب مولیٰ مذکر " "۔

(۱۴۵)

مسکین تن من کہ در غریبی فرسود

آوارہ ز خانہ دل می دار دسود

عمرم بگذشت و یک زمان شاو بود

تا غما قبتم اجل کجا خواهد بود

یہ سہم سے دنیا کی مسافرت میں فرسودہ ہو گیا میں ایک ایسا آوارہ ہوں

جو غم سے آسودہ ہوا ہی نہیں ساری عمر اسی بربادی میں گزر گئی اور ایک لمحہ

بھی میں دنیا میں حقیقی خوشی کا میسر نہیں ہوا اب ایک مرحلہ مرنے کا باقی ہے

وہ دیکھئے کہاں پورا ہوتا ہے۔

ہو چکیں غالب بلا میں سب تمام

یک مرگ ناگہانی اور سب

(۱۴۶)

در راہ چناں رو کہ سلامت نیکند

با خلقت چناں زی کہ قیامت نیکند

در سب اگر روی چناں رو کہ ترا

در پیش نخواہند و امامت نیکند

مسرت و حریت کا علم بردار خیام کہتا ہے کہ راستہ میں اس طرح چلو

کہ لوگ تمہیں سلام نہ کریں مطلب یہ ہے کہ اپنی چال کو ایسا نہ بناؤ کہ خود تمہارا

دل میں یہ جذبہ پیدا ہو کر لوگ مجھے سہم کریں اور لوگوں کے ساتھ میں طرح

زندگی بسر کرو کہ تم کسی کے لئے قیامت (وہاں مصیبت) نہ بن جاؤ گے مسجد میں

جاؤ تو اس طرح کہ لوگوں پر اپنا لشکر سس اور رعب نہ بناؤ کہ وہ مقدس جگہ پر

ام بنے کی خواہش کریں ۔

(۱۴۷)

دراہِ خرد بخیر خرد را پسند

چوں هست رفیقِ نیک را پسند

خواہی کہ ہمہ جہاں ترا پسند

می باش بخوشدلی و خور را پسند

خیام کہتا ہے کہ عقل صحیح کے معنی یہ ہیں کہ معقولیت پسند ہو اور اچھی

کے سوا بری صحبت نہ اختیار کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے محبت کریں

تو خوشدل رہو اور خود پسند نہ بنو ۔

(۱۴۸)

خواہی کہ تراز رتبت ابرار اسد

میسند کہ کس راز تو آزار اسد

از مرگ میندیش و غم رزق محور

کیں ہر دو بوقت خویش ناچار اسد

اگر تو چاہتا ہے کہ تجھے برابر (نیکوں) کا مرتبہ حاصل ہو تو کسی کو آزار نہ

پہنچا اور موت سے خوف نہ کر کیونکہ یہ نیکوں کی پہچان ہے کہ وہ مرنے سے

بہیں ڈرتے ہیں اور ہر وقت اس عالم فانی سے عدم روحانی میں جانے کی

کھتے ہیں اور روزی کے پیچھے بھی اس طرح نہ ہڑکے یا دنیا سے غافل ہو جائے

اور حلال و حرام کی تمیز باقی نہ رہے اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں یعنی موت و

رزق ایسی ہیں کہ چار دنا چار اپنے وقت پر پہنچ ہی جاتی ہیں ۔

(۱۴۵)

در چرخ بانواع سخنها گفتند

این ہے خبراں گوهر دانش سفند

واقف چونگشتند بر سر افک

اول ز بچے زدند و کفر خفتند

بکیم فلاسفر و تقویم کا ماہر ختام خود اپنے فلسفہ و نجوم اور تقویم کی دھجیاں
 بکھیر کر کہتا ہے کہ ان نادانوں نے جو نجوم درس پر پھر کس کر کے غیب کی باتیں
 بتائے ہیں پہلے تو عقلی نشانے لگا کر افلاک کے متعلق طرح طرح کی چمکیاں
 کیں ورنہ بے خبروں نے اپنی دانست میں بہت کچھ عقل کے موتی پر دسے
 لیکن پھر بھی سر راہی تک دسترس نہ ہو سکی پہلے تو زانچہ تیار کیا اور احکام
 لگائے لیکن معلوم ہوا کہ یہ سب بالکل بچو باتیں ہیں تو سو گئے یعنی ندامت سے
 خاموش ہو گئے ۛ

(۱۵۰)

گویند چشر گفتگو خواهد بود

وال یار عزیز شد خو خواهد بود

از شرمگر بجز نکوئی ناپید

خوش باش عاقبت نکو خواهد بود

نوگ کہتے ہیں کہ شرم میں خدا اپنے بندوں سے گفتگو کرے گا اور اس دن
 حق سبحانہ تعالیٰ جہاں میں ہوگا ختام کہتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے مانا
 ہے کہ قبر و جدوں میں ہوگا لیکر بات تو کرے گا ویدارہ تو ہوگا پھر اس کے بعد
 اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے ۛ

(۱۵۱)

اورد یہ اضطرارِ اہم اول بہ وجود
جہزِ حیاتِ چہیزے نہ فرود

فقیہم باکراہ و ندایم چہ بود
زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

کتاب ہے جب نیست سے ہست کہا تو اس میں ہمارا کیا اختیار تھا کچھ
زندگی میں سوائے اس کے کہ حیرت بڑھتی جائے اور پھر اضافہ نہ ہو جب دنیا
سے چلنے کا وقت آیا تو یہ بھی چاروں اچار تھا، غرض میں آنے جلنے اور قیام
کا مطلب کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ بقول شاعر

لالی حیات سے قصائے چلی چھ
اپنی خوشی نہ اسے نہ اپنی خوشی چلے

(۱۵۲)

آ رہا کہ خلاصہ جہاں انسانند
براونج فلک براق ہمت رسانند

در معرفت ذات تو مانند فلک
سرگشتہ و سرنگوں و سرگردانند

کتاب ہے کہ جو لوگ خلاصہ کائنات (اہل الشہا) ہیں جن کا براق ہمت
فلک الافلاک تک پہنچتا ہے لیکن معرفت اہی میں ان کا توسل ہمت
بھی عاجز رہ جاتا ہے۔ بقول حافظ

کس نہ دانست کہ منزلک آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ چرسے می آید

(۱۵۳)

افسوس کہ نامہ جوانی طے شد
وہیں تازہ بہار شادمانی طے شد

واں مرغِ طرب کہ نام او بود شباب
فریاد کے آمد و ندامت کے شد

افسوس جوانی کا وہ زمانہ جس کے نشہ میں انسان بدست ہوتا ہے ختم ہو گیا
اور شادمانیوں کی دنیا پر بھی قزاق آگئی اور وہ خوشیوں کا زمانہ جس کا نام شباب
بھی ختم ہو گیا اور حسرتاں یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ وہ زمانہ کب آیا اور کب گیا بقول غائب
کیا پوچھتے ہو تم کہ جوانی کہہ رہ گئی
بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

(۱۵۴)

کس راپس پردہ فضا راہ نشد
وز ستر خدا تیج کس آگاہ نشد

ہر کس ز سر قیاس چیزے گفتند
معلوم نہ گشت وقعدہ کو تاہ نشد

کسی شخص کو بھی قضا و قدر کے حالات نہ معلوم ہوئے و خدا کے بھیدوں سے
کوئی بھی آگاہ نہ ہوا ہر شخص نے اپنی اپنی عقل کے موافق قیاس دوڑائے لیکن
کسی کو کچھ پتا نہ چلا اور یہ قصہ بھی ختم نہ ہوا

(۱۵۵)

یک نام بدور و زشود حاصل مرد
وز کوزہ بشکستہ دے آبے سرد

مامور کے دگر چہرا پایہ بود
 تا خدمت چوں خود سے چرا پایہ کرد
 بندہ توکل و قناعت خیم کہتا ہے کہ اگر دور دراز میں بھی کسی شخص کو ملک
 دلی تازہ در بکریں جلے اور ایک ٹوٹے ہوئے کوزہ میں دو گھونٹ پانی کے تو پھر
 کیوں انسان کسی کی جاگزیں کرے اور اپنے ہی جیسے انسان کے سامنے کیوں
 ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔ بقول مولوی اسماعیل
 بے خشک روئی جو آزاد رہ کر
 تو ہے خوف و ذلت کے حلو کی بہتر

(۱۵۴)

آہنا کہ جہاں زیر قدم فرسودند
 وند طلبش ہر دو جہاں پیو دند
 آگاہ نمی شوم کہ الیساں شب و روز
 زیر حال چنانکہ ہست آگہ بودند
 خیام کہتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا کو چھان ڈالا اور اس کی طلب میں دو جہاں
 کا گزرتے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ واقعی وہ تمام حالات سے واقف تھے نہ

(۱۵۵)

فردا کہ نصیب نیک بختاں بخشند
 قسمی بہمن رند پریشاں بخشند
 گر نیک آیم مرا از الیساں شمشد
 و ر بد با شتم مرا بدیشاں بخشند
 بزرگانِ دین سے عقیدت رکھنے والا خیام کہتا ہے کہ کل قیامت کین

جب نیکوں کو ان کا صلہ عطا ہوگا تو مجھ رند پریشان کا حساب کتاب بھی ہوگا
 اگر میں نیک ثابت ہوا تو میرا شمار نیکوں میں ہوگا.....
 در اگر برا ثابت ہوا تو پھر مجھ کو ان ابرار و اخیار کے
 طفیل میں بخت ریا جائے گا جیسا کہ سعدی رحم فرمائے ہیں۔

شنیدم کہ در روز اسید و بیم
 بدایں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
 (ترجمہ) میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ عز و جل بروں کو نیکوں کے
 طفیل میں بخش دیگا۔

(۱۵۸)

گویند کہ مرد را ہنرمی باید
 یا نیست عالی بہ پدر می باید

امروز چہاں شداست در نوبت ما
 کیس باہمہ بیج است زر می باید

اہل کمال کی بے قدری کی شکایت کرنے ہوئے کہتا ہے کہ یہ مسلمات
 سے ہے کہ آدمی کو باہنر ہونا چاہیئے یا اپنے اسلاف کے ساتھ نسبت عالی
 ہونا چاہیئے لیکن آج ایسا زمانہ آگیا ہے کہ یہ سب چیزیں بیج ہو گئیں کچھ نہیں
 چاہیئے صرف چند سفید ٹھکیاں ہوں۔

برجہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش

(۱۵۹)

عمر تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار
 زیں کہنہ سرا بروں براندت ناچار

گر باد شہی دگر گدا سے بازار
 ایں سرد و بیک زرخ بود آخر کار
 کہتا ہے کہ تیری عمر اگر دو سو برس کی ہوئی یا تین سو برس کی یا ہزار برس کی
 لیکن ختم کار ایک دن ایسا آئے گا کہ چار و ناچار اس سرائے ذی سے نکالا
 جائے گا گرتو بادشاہ ہے یا بازار میں بھیجک مانگنے والا آخری نتیجہ دونوں کے
 سے یکساں ہے اور آخر میں دونوں کا ایک ہی زرخ ہوجاتا ہے مطلب یہ ہے
 کہ شاہ و گد دونوں میں مٹی کے گڑھے میں جلتے ہیں اور دونوں اس راستہ
 میں برابر ہو جاتے ہیں *

(۱۶۰)

اے خواجہ فقیر گزرا بہت خبر
 چندیں ز حد سنکر پراہل نظر

ایشان ہمہ از صالح و مفید گویند
 تو از دم حینش و از نجاسات دگر

علامے ظاہر سے کہتا ہے کہ جناب فقید صاحب آپ کو گر کچھ خبر ہے تو
 مہربانی فرما کر جو لوگ صاحب باطن ہیں ان پر اعتراض نہ کیجئے کیونکہ یہ صاحب
 باطن اپنی بلند نظری سے ایسا ر معرفت بیان کرتے ہیں اور آپ حینش و نفاس کے
 مسائل میں پڑے رہتے ہیں *

(۱۶۱)

چوں نیست ترا جز آنکہ اوداد قرار
 چندیں ز پئے مراد دل رنجسہ مدار

اے تانا نہی بردل خود چندیں بار
 بگذشتن و بگذرشتنش آخر کار

جب ترستے ہیں جو پہلے مقتدر ہو چکا ہے وہ تو مناسب تو بھی ہے دس کی
 تمناؤں کی خاطر رنج کیوں کرتا ہے میں پھر کہتا ہوں کہ اپنے دس کو دنیا کی
 خوابشات فانی سے پیچھے رہجیو نہ کر کیونکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ آخر کار
 ان کو چھوڑنا ہی پڑے گا تو پھر اس آنے والے وقت سے پہلے چھوڑ دے
 حبیب کہ ارشاد بار میعاد ہے ہوا و قبل ان کہو لو
 مرنے سے پہلے جاؤ یعنی موت آنے سے پہلے ان تمام دنیاوی نعمتوں
 کو فانی سمجھ کر دنیا میں سے رہو کہ جیسے یک دم مردہ ہو

(۱۶۲)

از یوں آن دوست چه داری تیار
 در فکر تہیو وہ دل و جان افکار
 خرم بزمی و جہاں بہ شادی گذراں
 تدبیر نہ بالو کرو وہ اند آخ کار
 کہنا ہے کہ اے دوست جو باتیں ہونے والی ہیں ان کی کیا فکر ہے اس
 بیہودہ فکر میں دل و جان کو کیوں گھدیا جائے خوشی خوشی زندگی بسر را در جب
 دنیا کو چھوڑنے کا وقت آئے تو خوشی خوشی چھوڑ کارفہ عالم کی تدبیر کچھ بتر
 متعلق تو ہے نہیں پھر فکر سے فائدہ کیا ہے

(۱۶۳)

از گردش روزگار ہرہ گیر
 بر تخت طرب نشین و سر زہر گیر
 از طاعت و معصیت خدا مستغنی است
 بے تو مراد خود ز عالم برگیر

گذشت زمانہ سے اپنا مقصد حاصل کر فوٹی کے تحت پر مہجہ اور ہاتھ میں ساغر
سے یعنی اس دنیا میں فوٹی حاصل کر درساغیر محبت و معرفت ہاتھ میں سے خوب
سمجھ سے کہ خدا عبادت و معصیت سے مستغنی ہے اس لئے ظہری عبادت پر
بہرہ نہ کر حقیقی مقصد اس دنیا میں حاصل کر ۔

(۱۶۴)

با پار چو آرمیدہ باشی ہمہ عمر
خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

ہم آخر عمر رحلتت باید کرد
لذات جہاں چشمیدہ باشی ہمہ عمر

اگر دو سئوں کے ساتھ تمام عمر بھی آرام و عیش سے گزردی تو کیا آخر میں
ہی ثابت ہوگا کہ یہ ایک خواب تھا جو ہم ہر دیکھ کے نتیجہ پھر بھی اس دنیا سے
جناہی ہے چاہے دنیا کی تمام لذتیں عمر بھر حاصل رہیں ۔

(۱۶۵)

رُبَّت رُخ تَت بت پرستی خوشتر
و ز بادہ ز جام تَت مستی خوشتر

درستی عشق ز ال سبب نیست شدم
کال مستی از ہزار بستی خوشتر

میں معرفت کا متواں خیام کہتا ہے کہ اسے میرے مسعود و مسعود تو اگر بت ہے
تو میرا مسلک بت پرستی ہے تیری شراب معرفت میں سے اگر ٹھوڑی سی بچہ بچہ
عاشق کو مل جائے تو ہے نصیب میں تو تیرے عشق کی مستی میں اس سے نیست
ہو گیا ہوں کہ یہ نیستی اورستی لاکھ ہستیوں سے بہتر ہے ۔

(۱۶۴)

گر گوہر طاعتت نہ سقیم ہرگز
در گردن نہ زرد نہ رستم ہرگز

و میدرخیم ز بارگاہ کرم
زیرا کہ یہ راہ نہ گفتم ہرگز

بارہ توحید کا سرش خیام اپنے مہبود سے عرض کرتا ہے کہ ہاں یہ سچ ہے
کہ میں نے ظاہری عبادت نہیں کی اور یہ بھی سچ ہے کہ میں نے تیری راہ کے
گرد و غبار کو اپنے منہ سے نہیں جھاڑا یعنی مسجدوں میں نہیں گیا اور نہ وہاں
جھاڑو دی لیکن میں تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں اس لئے کہ میں نے
ایک کے سوا اور نہیں کہے یعنی تیری توحید میں شرک نہیں کیا دوسرے کو جزا
اور حاجت روا نہیں سمجھا ورنہ یہ شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے جیسا کہ لقمانؑ
اپنے بیٹے سے کہا تھا **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ**

(۱۶۵)

ایں چرخ کہ با کسے نمی گوید راز
کشتہ بہ ستم ہزار محمود و ایاز

مے خور کہ کس عمر دو بارہ نہ بند
ہر کس کہ شہد از جہاں نمی آید باز

یہ چرخ۔ اس کا بھیدا آج تک کسی کو نہ معلوم ہوا اس نے ہزاروں
محمود و ایاز موت کے گھاٹ اتار دیئے، اس لئے شراب (معرفت) پی کہ دوبارہ
اس دنیا میں آتا نہیں ہوگا اور پھر یہ مہلکہ ہاتھ نہیں آئے گا *

(۱۴۸)

در کتم عدم خفتہ بدم گفتی خیسند
در آجہاں و در جہاں شور انگیزند

واکنوں کہ لہریان توام حیرانم
القصد خیال دار کہ کج دار و مرید

میں تو پردہ عدم میں پڑا سو رہا تھا مجھ کو حکم دیا کہ اٹھ اور دنیا میں جا اور
شور و فغاں برپا کر اب ہیں حکم کا پابند ہوں لیکن حیران ہوں اس حکم پر کہ شیر
بھی رکھ اور گرے بھی نہیں۔

اندر دن قعر دریا تختہ بندم کردہ
بازی گولی کہ دامن زمین ہستیا رہا

(۱۴۹)

اے دل چو حقیقت جہاں ہست مجاز
چندیں چویری خواری ازیں رنج دراز

تن را بہ قضا سپار و بادرد لبساز
کہیں رشتہ ز بہر تو ناید باز و

حکم قضا و قدر کے سامنے سرنیاز جھکانے والا خیام کہتا ہے کہ اے دل
جب اس دنیا کی حقیقت مجاز ٹھہری تو پھر اس رنج و راز سے کیوں کبیدہ
خاطر ہوتا ہے۔

جان و تن حکم قضا کے سپرد کر کے درد سے موافقت پیدا کر کیونکہ جو
چل چکا ہے اور جو حکم کھا جا چکا ہے وہ تیری وجہ سے بدلا نہیں جاسکتا۔

(۱۷۰)

ما عاشق آشفته و مستیم امروز
در کوئے تبال بادہ پرستیم امروز
از بستی خوشتر بستی رستہ
پیوستہ بہ محراب الیتیم امروز

خیام کہتا ہے کہ ہمارے حال کی کیا دیکھتے ہو ہم تو عاشق مست و
شفہ سر میں و رنج ہمارا شغل کوئے تبال میں بادہ پرستی ہے ہم تو اپنی
بستی کو بھل کر چکے ہیں ہمارا شغل تو محراب الیتیم سے ہے اشارہ
روزی زل میں خدا کے برتر کے فرمان است بر کتبہ کی طرف

(۱۷۱)

کردیم دگر شیوہ زندگی آغاز
تکبیر نمی زنیم بر تنج منساز
ہر جا کہ پیالہ است مارا بینی
گردن چو صراحی سوئے او کردہ راز

ہم نے پھر مشرب رند نہ اختیار کیا ہے ہم کو اس خطا بڑی نماز وغیرہ سے
تو مطلب نہیں سم تو جہاں کہیں صاحب باطن عشاق کی مجلس دیکھتے ہیں وہیں
پیونچ جاتے ہیں جس طرح صراحی پیالہ کو دیکھ کر گردن جھک دیتی ہے اسی
طرح ہم بھی گردن جھکا کر رفوف ذہن میں گھس جاتے ہیں

(۱۷۲)

بامردم پاک اصل و عاقبت آمیز
وزن نا ابلان ہزار فرسنگ زرمیز

گر ز ہر دہد ترا خرد مند بنوش
ورنوش رسد ز دست نابل برین

کہتا ہے کہ جو لوگ پاک اصل (صاحب معرفت) ہیں، اور صاحب فہم
ن کی بہت اختیار کر ادنا اہوں سے کوسوں دور بھاگ اگر وہ صاحب
لوگ تجھ کو نہ ہر دیں تو اس کو پی جا اور نا اہوں کے ہاتھ سے شہد کا پیار
بھی نہ قبول کرے۔

(۱۶۲۲)

رفتہ ز رفتگان بیکے ناپید یاز
تا با تو بگوید ز پس پردہ راز

کارستہ ز نیاز نمی کشاید نہ نماز
باز بچہ بود نماز سے صدق نیاز

جانے والے سب سے گئے اور کوئی بھی عٹ کرنے آیا جو وہاں کا کچھ
حال کہتا میاں کام جو کچھ بتاتا ہے تو نیاز ہی سے بتاتا ہے نماز سے نہیں بتاتا
جو نماز صدر و نیاز سے خالی ہوا اور صرف دکھلا دے اور خانہ پر کی ہو
وہ نماز کیا ہے ایک لہو و حسب ہے۔

(۱۶۲۳)

اے واقعہ اسرار ضمیر ہمہ کس
در حالت غیب سوز ستگیر ہمہ کس

یارب تو مرا تو بہ وہ و عذر پذیر

اے تو بہ وہ و عذر پذیر ہمہ کس

اے خدا اے سب کے دلوں کے بھید جاننے والے مالک جب کوئی

سہارا نہیں رہتا ہے سب آسے ٹوٹ جاتے ہیں اس وقت میں ہستگیری
کرنی والے مالک ڈبھکو تو بہ کی توفیق دے اور میرا عذر قبول فرماتو ہی تو بہ کی توفیق دینے والے
اور عذر قبول کرنے والا ہے ۛ (۱۶۵)

اے چرخِ خسیس خس دلوں پر ورس
بہ گزرتو کی تو بر مراد دل کس!

چرخِ فلک ترا ہمیں عادت بس!

ناکس تو کسے کن و کس را ناکس

کہتا ہے کہ اے کمینڈ اور کمینڈ پرور آسمان تو نے کسی کو بھی ہمارا
کیا اے چرخِ ستمگہ راے فلک تیری عادت تو یہ ہی ہے کہ ناکس کو کس
بتاتا ہے اور کس کو ناکس، مطلب یہ ہے کہ اس دورِ فلک میں یہ ہی ہوتا
چہ آیا ہے کہ آج کسی کو عروج حاصل ہے کل کسی کو ۛ

(۱۶۶)

مرغِ دیدم نشستہ بر بارہِ طوس

در پیشِ بہارہ کلا کیکا و کس

با کلاہی گفتم کہ افسوس افسوس

کو بانگِ جرہاؤ کجا نہ لے کس

دنیا کی بے ثباتی کے متعلق کہتا ہے کہ طوس کے فتنہ پر ایک مرغ

بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے کیکا و کس بادشاہ کی کھوپڑی پڑی ہوئی

تھی مرغ اس کھوپڑی سے کہہ رہا تھا کہ افسوس وہ تیرے گھٹنوں کی دوز

اور وہ تیرے نثارِ جنگ کی آواز بکہاں ہے ۛ

(۱۴۷)

تا چند کم غصہ نادانی خویش
بگرفت دل من ز پریشانی خویش

ز تار مغال کہ بر میاں خواہم بست
دانی ز چہ از تنگ مسلمان خویش

کہتا ہے کہ کہاں تک اپنی نادانیوں اور غلط کاریوں کا روزگار و دل بھرا
دل تو اب ان پریشانیوں سے عاجز آگیا ہے اب تو دل چاہتا ہے کہ مجوسیوں کی
طرح جینولسٹ لوں کیونکہ مجھ کو تو اپنے اعمال دیکھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے
شرم آتی ہے مطلب یہ ہے کہ میں تو اسلام کے لئے تنگ دغا رہوں ۔

(۱۴۸)

از تہ ہزار دکن چہرہ خویش
وز آمد ہا آب کن زہرہ خویش

بردار ز دنیا کے دنی بہرہ خویش
زاں پیش کہ دہری کشد ہرہ خویش

جو چیزیں پردہ اسرار میں مخفی ہیں یا ان ہونی ہیں ان کی فکر میں کیوں گھلے
زرد ہوا جاتا ہے اور جو باتیں ہو رہی ہیں ان کے لئے اپنا پتہ پانی کیوں کرتا ہے
اس فانی دنیا سے جو کچھ حاصل کر سکتا ہے اس سے پہلے کہ زمانہ کا تیر خنجر
رشتہ حیات کو قطع کرے حاصل کر لے ۔

(۱۴۹)

غم چند خوری بکار نا آمدہ پیش
رج است نصیب مردم دورانیش

خوش باش بہاں تنگ کن بڑی خوش
 کر خوردن غم قضا نہ گردم و شیر
 کتا ہے کہ خوشی تیری تیرے سے باہر میں نہ کے سے کیوں غم کھاتا ہے جو لوگ
 دوسری دنیا میں سے دو دنیا کی ایک مصیبت ہے جس رہ اور دنیا کو اپنے
 سے مصیبت نہ ہاں کیونکہ تیرے غم میں غم و غم سے دنیا کا نظام نہیں بدل سکتا
 ہے

(۱۵۰)

پندرہ دہمت اگر بن داری گوش
 رہ نہ بے تر و تیرے پیش

عقبتے ہم روزہ است دنیا یک دم
 از بہر دے ملک ابد را مفروش
 کہتا ہے کہ غور سے سو تو میں ایک نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ خدا کے لئے
 جو جی چاہے کرو مگر مکاری کا جا رہ نہ پہنچو لوگوں کو عبادتِ قبا پہنچو کہ نہ وہ یہ
 دنیا چند روزہ ہے در عجب کو ہمیشگی حاصل ہے اس چند روزہ دیکھئے ملکہ ابد
 یعنی عجب کو فروخت نہ کرو

(۱۵۱)

در کار گے کوزہ گرے بودم دوش
 دیدم دو ہزار کوزہ گویا و شکش

ہر یک بزبان حال با من گفتند
 کو کوزہ گرو کوزہ غرو کوزہ فروش
 میں کل ایک کوزہ گر کے کارخانہ میں عو گھاتا ہزاروں کوزے دیکھے

کوئی خاموش تھے اور کوئی گویا ہر ایک کوزہ زبان حال سے کہتے جگا کہ نہ کوئی کوزہ
گرہے نہ کوئی کوزہ بیچنے والا نہ خریدنے والا سب کچھ وہی ہے جیسا کہ کسی بزرگ
کا شعر ہے

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ
خود بر سر آں کوزہ خریدار برآمد
بشکست و رواں شد

(۱۵۲)

اے چرخ مراکش بہ بستی خویش
بشناس بلندی من و بستی خویش

من خود ز غم خویش و تہی بستی خویش
پیوستہ ملول باشم از بستی خویش

خداقت خداوندی کا دعویٰ در خیام آسمان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تجھ کو اپنی
بستی میں خراب خستہ کر میرے بلند مرتبہ کو اور اپنی بستی کو دیکھ کہاں تو امد کہاں
میں (حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق خوب کہا ہے

آسمان بار امانت تو انست کشید

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

پھر خیام کہتا ہے کہ میں تو خود اپنی تہی بستی اور غم میں پریشان اور آشفتنہ حال
ہوں اور ہمیشہ اپنی بستی کی طرف خیال کر کے کہ میں کیا ہوں کون ہوں اور کس طرح
اس دام گہ حادثہ میں پھنسا ہوں پریشان رہتا ہوں ۛ

(۱۵۳)

بس پیر بن غم کہ بہ شب افناک
بر دستاورد کرد گر بانش چاک

ہر روز بسے زمانہ شاد و غمناک

از آب بر آورد و در و بخاک

بہر تہ لوہ چرخ شمع بہت لودوں کی غموں کے ہمارے ہی سی کر بھیاڑوا
یہ دنیا میں روز نہ یہ تہ نہ موت ہے کہ رنگ پانی سے نکلتے ہیں اور خاک میں چلے
جائے میں پانی سے در و لطفہ انسانی مثلت ہے کہ دنیا کا یہی ڈھنگ ہے کہ پیدا ہونے
ہیں اور موت میں بقا نہ ف ایک ذات کو ہے ۛ

(۱۵۴)

از آتش آخرت نمی داری پاک
در آب ندامت نشد کی ہرگز پاک

چوں باد اہل چراغ عمرت بکشد

ترسم کہ ترا زنگ پذیرد خاک

اپنے آپ کو مخاطب کر کے خاتم اپنے جرم و گناہ کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے
کہ تجھ کو آخرت کے عذاب سے بھی خوف نہیں آتا ہے تو وہ سیکر رہے کہ تیرا
نامہ اعمال ندامت کے آنسوؤں سے بھی پاک نہیں ہو سکتا ہے جب عمر کا چراغ غموت
کی آندھی سے گل ہو جائے گا اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا مجھ کو یہ خوف ہے کہ دیکھے
زیر تجھ جیسے سببہا کار کو فہم بھی کرتی ہے یا نہیں ۛ

(۱۵۵)

گر گل بنو نصیب اخارا نیک
در نور نمی رسد بانارا نیک

در خرقہ و خالقاہ شیخہ ز بود

نا قوس و کلیسیا و ز نارا نیک

حسرت نصیب خیام کہتا ہے کہ اگر میری قسمت میں خوشی اور مسرت کے پھول نہیں
ہیں تو نہ ہی فراق و ہجر کے کانٹے ہی ہیں اگر تیری نورانی تجلی ہماری قسمت میں نہیں
ہے نہ ہی آتش فراق میں جلنا ہی ہم کو مشور ہے۔ خرقہ و خالقاہ ہر سے سے
نہیں ہے تو نہ ہونا قوس کلیسیا اور جینو ہی ہمارے لئے کافی ہے مرطلبت ہے کہ
ہم تو ہر حال میں خوش ہیں اور ہر حال میں تجھ ہی کو اپنا مقصود و مطلوب سمجھتے ہیں اور
ہر چیز میں تیرا ہی جلوہ دیکھتے ہیں ۛ

(۱۵۶)

ایں صورت کون جملہ نقشے است خیال

عسارف بنود ہر کہ ندانند این حال

بہشتیں و قدح بادہ نوش و خوش باش

فاریغ شوازیں نقش و خیال است حال

کہتا ہے کہ یہ دنیا ایک خیالی نقشہ ہے جو لوگ ایسا نہیں سمجھتے ہیں اور میں
دل لگاتے ہیں وہ عارف نہیں ہیں اس لئے بادہ معرفت پی اور خوش رہ اور ان
نقش خیالی سے دل نہ لگا ۛ

(۱۵۷)

چوں باد بزلغ اور سیدن مشکل
وز اسب غمش غناں کشیدن مشکل
گفتند بیدہ روئے او نوال دید
گردیدہ ماست دیدہ دیدن مشکل

کہتا ہے کہ میں بارگاہ علی تک ہوا کا گذر بھی نہیں ہو سکتا ہے اور اس کے
غم کے گھوڑے کی باگ کھینچنا (یعنی اس کے خیال سے باز آنا) مشکل ہے عشق
میں تیرے کو وہ غم سر پہ پیا جو ہو سو ہو لوگ کہتے ہیں کہ آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی
سچ ہے یہ ہماری چشم خطا ہو رہی یا ہماری یہ مادی بہ نکھیں اس نورِ مطلق کو نہیں
دیکھ سکتیں ہیں ۔

(۱۵۸)

مے خور کہ نہ علم دست گیر نہ عمل
الاکرم و رحمت حق عزوجل
آں طالبہ کہ از خری مے خورند
از جہاں الغم شمارے احوال

خیام کہتا ہے کہ شراب (معرفت) پی یعنی اس کی معرفت حاصل کر کیونکہ نہ
تیرا یہ ظاہری علم کام آئے گا نہ ظاہری عمل ہاں جو پسند کام آئے گی وہ اس کی
رحمت اور اس کا کرم جو لوگ حماقت اور بیوقوفی سے اس ظاہری قاف اور
قاف الرسول میں پھنس گئے اور شراب نہیں پی یعنی اس کی معرفت کا علم حاصل
نہیں کیا ان کا شمار جانوروں میں ہے ۔

(۱۵۴)

از جرم حنیفِ خاک تا اوجِ زحل
کردم ہمہ مشکلاتِ گرد و اہل

بیرونِ جہنم ز بند ہر مکر و حیل
ہر بند کشتادہ شد مگر بنِ اہل
کہتا ہے کہ زمین کی پستی سے لیکر آسمان کی بلندیوں تک جتنی مشکلیں اور جتنے
معمر اور مسائل تھے میں نے حل کر لئے اور جہنم کی گھنیر سے یہ پھینک اس کے سنا کر
نہ کوئی حیلہ یعنی تاویل کر لی اور اس کو حل کر دیا لیکن یہ دلت کا معنی ہی عروج ہی
جل نہ ہوا ۛ

(۱۵۵)

ایزد چو نخواست انچہ من خواستہ ام
کے گرد و راست انچہ من خواستہ ام

گر چہ صوابست کہ او خواستہ است
پس جہہ خطاست انچہ من خواستہ ام
مثبت اپنی پرہیز و شاکر خیام کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے چاہا اور وہ خدا کو
منظور نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرا چاہا ہوا غلط تھا اور اگر یہ صحیح ہے کہ
جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی درست ہوتا ہے تو پھر میں جو چاہوں تو سب غلط ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اسی کا چاہا ہوا ہے اور ہر انسان کے لئے ایک موقع ایسا آتا ہے
جہاں عقل و تدبیر سب بیکار ہوتی ہیں اس لئے ہر حال میں اس کی رضا پر اپنے
آپ کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

بقول سرمد رزمی کے

سرمد گداختی باری باید کرد
 یک کار ازین دو کاری باید کرد
 یا جان برضائے دوست می باید داد
 یا قطع نظر زیاری باید کرد

(۱۶۱)

از خالق کردگار و رب رحیم
 نومید مشو بحسب وعصیان عظیم
 گرمست و خراب بوده باشی امروز
 فردا بخشد بر استخوانهای ریم
 اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو اپنے رب رحیم
 سے عفو و درگزر کی کامل توقع ہے گناہوں کے بارگراں پر بھی میں اس کی رحمت
 سے ناامید نہیں ہوں آج میں خراب ہستہ ہوں تو کیا کل فردائے قیامت میری
 بوسیدہ ہڈیوں پر ضرور رحم فرمائے گا ؟

(۱۶۲)

گرمین گنہ روئے زمین کروستم
 عفو تو امید است کہ گیر دستم
 گفتی کہ برو عجز و سستت گیرم
 عاجز تر ازین خواه کہ انزل شستم
 کہتا ہے کہ خدایا اگرچہ میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں لیکن مجھ کو امید ہے
 کہ تیرا عفو میری دستگیری کرے گا کیونکہ تو نے فرمایا ہے کہ ادعوی استجب لکھ
 ہم عاجز دل کی دستگیری کرتے ہیں پس اس سے زیادہ عجز کا اور کونسا موقع ہوگا

کہ ہم عاجز و لاچار گناہوں کے بوجھ لے ندامت سے سر جھکا لے تیرے سامنے
کھڑے ہیں ۛ

(۱۶۳)

بائنفس ہمیشہ درنہردم چہ کنم
وز کردہ غوشتن بدرودم چہ کنم
گیرم کہ زمن در گزاری بہ کرم
آں شرم کہ دیری کہ چہ کردم چہ کنم
کہتا ہے خدایا! میں ہمیشہ نفس مارہ لے جنگ کرتا ہی رہا لیکن اس کے
باوجود بھی گناہ سرزد ہوئے اب اپنے اعمال پر درد و کرب میں مبتلا ہوں ہاں
مجھ کو یہ تو اُمید ہے کہ تو اپنے رحم و کرم سے معاف ضرور کر دیگا مین جو گناہ
کئے ہیں ان کی شرم و ندامت کو کیا کروں ۛ

(۱۶۴)

شد دعویٰ دوستی دریں دیر حرام
الفت ز کہ مردے کجا دوست کدام
دامن ز مہ کشیدن اولیٰ باشد
از دو بہر یکے سلام است و کلام
عافیت پسند خیام کہتا ہے کہ میاں اس دنیا میں دوست کہاں سیر آتا ہے
کون الفت و دوستی کے قابل ہے اس لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ سب
سے الگ تھلگ اور دور کی صاحب سلامت اچھی ۛ

(۱۴۵)

تا نخلن تیری کہ من بخود موجودم

یا این رہ خو نثار بخود پیو دم

چوں بود حقیقت مرا از دے بود

من خود کہ بدم کجا بدم کے بودم

کتابت ردہروں کی طرح کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ ہم خود بخود پیدا ہوئے ہیں اور

ہمار کوئی بیدار کرنے والا نہیں ہے اور ہم اس دنیا میں نیست سے ہست کا اتنا لانا

راستہ خود بخود طے کرے گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا وجود اور ہماری حقیقت سب

اسی کی ذات سے وابستہ ہے اگر وہ نہ پیدا کرتا تو میں کون تھا کہاں تھا اور کب

تھا کچھ پتہ نہیں ؟

(۱۴۶)

مقصود زجملہ آفرینشس مایم

در جسم خرد جو ہر جنبشس مایم

ایں دائرہ جہاں چو انگشتی است

بے تیج شکے نقش نگینشس مایم

کہنا ہے کہ عمری دو جہان میں خد مد مخلوقات میں ہم ہی ہیں جو عقل کے جسم

ہیں جو ہر جنبش میں ہماری مثال اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح انگلی

پرن گیند تیری وہ نگینہ ہر جسم سے اس دنیا کی زمینت ہے ۔

(۱۴۷)

در تبین جام جم جہاں پیو دیم

روزے نشیستم دے نہ غنودیم

راستا و چروست جام بزم بشنودیم
 خود جام جہاں نامے جم کی بودیم
 خیام کہتا ہے کہ جام ہم کی تلاش و جستجو میں تمام دنیا چھان ڈالی اور اس کے
 خیال میں زندن کو چین نصیب ہوا نہ رات کو نیند لیکن ایک استوائے یعنی ایک
 پیر حریفیت نے جب جام ہم کی تعریف بتائی اور سلوک کے رستے طے کرانے تو معلوم
 ہوا کہ واہ وہ جام ہم جس کی تلاش میں غم کیا دے تھی وہ تو یہاں ہیں ان کو نظر خور
 دیکھا تو یہیں ہیں ۛ

(۱۴۸)

پاک ز عدم آیدیم و ناپاک شدیم
 آسودہ در مدیم و غمناک شدیم

بودیم ز آب دیدہ و آتش درں ۛ
 دادیم ب باد غم و درناک شدیم

خیام کہتا ہے کہ جب ہم مدست آئیں ہیں سستے رہتے رہتے ناپاک ہو جاتے ہیں
 مٹے لیکن یہاں آکر دنیا کے جھگڑوں اور کشمکشوں میں مبتلا ہو گئے رہتے ہیں فریاد
 منصبی کو جو خلافت رضی کا تھا پورا نہ کیا شب و روز رستے دھستے گزر گئی آخر کار
 غم یوں ہی بر باد ہو گئی اور فناک میں پہنچ گئے ۛ

۱۴۹

یارب من اگر گناہ ہے حد کردم
 بر جان و جوانی و تن خود کردم

چوں بر کرمست و ثوق کی دارم
 بر شتم و توبہ کردم و بد کردم

کہتا ہے اے خدا میں نے جو گناہ بے حد کئے ہیں تو اپنے ہی اوپر ظلم کیا اور اپنے
آپ کو خربختہ کیا لیکن مجھ کو تیری بخشش پر پورا بھروسہ ہے اس لئے میں توبہ کرتا
ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ میں غاصی اور خطاوار ہوں تو رحیم و کریم ہے مجھے معاف
فرماوے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

(۱۶۰)

یک چند بکود کی باستاد شدم
یک چند باستادی خود شاد شدم
پایاں سخن شنو کہ مارا چہ رسید
از خاک برآمدیم و بر باد شدم
کہتا ہے کہ کچھ دن تو ہم استاد کے شاگرد رہے پھر خود استاد ہو گئے لیکن باوجود
اس کے منجبر یہ ہی نکلا کہ خاک سے بنے تھے خاک ہی میں مل گئے ۝

(۱۶۱)

زماں پیش کہ از زمانہ تباہے بخوریم
با یکدگر امروز شرابے بخوریم
کیس پیاں اجل بگاہ رستن مارا
چندراں نذر ہدایاں کہ آئیے بخوریم
ہاں اس سے پہلے کہ زمانہ سے ہم کو رنج و صدمہ پہونچے سب مل کر خوب
شراب پیئیں یعنی خوب حال و دل کریں کیونکہ یہ تو جانتے ہیں کہ جب قضا کا فرشتہ
سر پر سوار ہو گیا تو پھر تو پانی پینے کی بھی مہلت نہ ملے گی ۝

(۱۶۲)

شہا گزرد کہ دیدہ برہم ز نسیم
 کیں صبح بے دمید و مادم ز نسیم
 خیزیم و دے ز نسیم پیش از دم صبح
 تپائے نشاط بر سر غم ز نسیم
 کہتا ہے کہ کتنی ہی راتیں ایسی گز گئیں کہ پلک سے پلک نہیں بھی گزرتی ہی
 صبح ایسی گزریں کہ ہم عالم تپیں دم بخود پڑے رہے خیراب اٹھنا چاہیے اور صبح
 ہونے سے اس وقت خاص میں آہ و بکا کرنا چاہیے یہاں تک کہ خاموشی اور غم
 ہمارے نزدیک لاشے ہو جائے ۛ

(۱۶۳)

در میکدہ عشق نیازے دارم
 باشمع رخسوز و گدازے دارم
 آنکہ بے عشق ملہارت کردہ
 باروے بت خویش نیازے دارم
 جو لوگ خاتم کو صرف شراب پینے والا سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ کیا کہتا ہے
 کہتا ہے کہ ہم کو تو میکدہ عشق میں نیاز حاصل ہے اور ہم تو اپنے محبوب کے
 رُخ روشن سے سوز و گداز رکھتے ہیں اور پھر شراب عشق سے وضو کر کے اپنے
 معشوق و مطلوب کی پرستش کرتے ہیں ۛ

(۱۶۴)

بارحمّت تو من از گنہ مند شیم
 با توشتر تو زینج رہ مند شیم

گر لطف تو ام سید رو انگیزد
یک ذرہ ز نامہ سیاد نہ نشید

بے ہوشی نہ پر جہد و سر رکتے والے خیال کہتا ہے کہ تیری رحمت کے
بجہد و سر پر ٹھیکو اپنے گناہوں کا یہ اندیشہ نہیں ہے درجبت تیری رحیم ذکر و یاد
ایسے سے تو شہرہ ہے و سستہ کی کالیف کا ہے پتہ فکر ہے اگر تیری مہربانی
سے قیامت سے دن میں جب روزگار اور چکر رہو تو پھر جو برابر بھی اپنے نامہ سیاد
کا خوف نہیں ہے ۔

(۱۶۵)

تا اٹھن نہ بر کی کہ جہاں میں ترسم
و نہ درن و نہ رفتن یاں میں ترسم

مردن چہ حقیقت است زان با کم نیست
چراں نیک نہ زیستہ زان میں ترسم
تم یہ گمان نہ کرنا کہ میں دنیا سے یا مرنے سے ڈرتا ہوں مرنے کی حقیقت
تو مجھ کو معلوم ہے کہ موت کیا ہے اس سے مجھے کوئی خوف نہیں لبتہ میں سے
ڈرتا ہوں کہ سخت رو سیاہ ہوں گنگار ہوں ۔

(۱۶۶)

من گو بہ خود بہ قیمت کم نہ دہم
در دیو لعل بد ہزار مرہم نہ دہم

نماک دے تو بہ مملکت جم نہ دہم
یک موٹے تراز بہ دو عالم نہ دہم
نہاں ہے اس میں نیچے جو کہ کم قیمت پر کموں فروخت کر دے اور وہ جو ہر کچھ

تیری معرفت تیری محبت یہ درد جو تیری محبت میں ملا ہے اس کو ہزاروں مرہم کے سے
 میں نہیں دوں گا تیرے درد، زہ کی خاک سلطنت کے بدلے میں نہیں دلیکتا
 تیرا ایک بال دونوں عالم کے بدلے میں نہیں دلیکتا۔ سچ ہے
 قیمت خود ہر وہ عالم گفتہ
 نرخ بالا کن کہ ارزانی مہنوز

(۱۶۶)

اسرارِ ازل یاد تو دانی و نہ من
 ویں حرفِ معنائے تو خوانی و نہ من

ہست از پس پردہ گفتگوی من تو
 چوں پردہ ہرافتد نہ تو مانی و نہ من
 کتاب ہے کہ اسرارِ ازل سے نہ تو واقف ہے نہ میں یہ معنائے تجھے کو معلوم ہے
 نہ بھلو بہ من و تو کا جھگڑا تو جب تک ہی ہے جب تک پردہ پڑا ہوا ہے جس
 وقت پردہ ہٹا اور حقیقت آشکار ہوئی تو نہ تو ہو گا نہ میں میں بلکہ کچھ اور ہی ہو گا

(۱۶۷)

قوے متفکر اندر مذہب و دین
 جمعے متحیت اندر شک و یقین

ناگاہ منادے بآید ز کسیں پڑ
 کا سے بے خبر الی راہِ نالست و نہ پڑ

کچھ لوگ مذہب و دین کے معاملات میں تفکر و تدبیر کرتے ہیں کوئی عالم شک
 و یقین میں منحصر رہتا ہے ایک بکار نیوالا بکارتا ہے کہ اسے بے خبر و صحیح راستہ
 نہ یہ سہہ نہ وہ *

(۱۷۹)

اے گشتہ شب و روز بہ دنیا نگراں

اندیشہ نمی کنی تو روزگراں !

آخر نفسے بہ بین و باز آئی بخود

کا یام چہ گو نہ می کند باد گراں

اے وہ شخص جو راہ دن دنیا کی نیرنگیوں میں مشغول ہے تجھ کو کچھ روز جزا کا بھی

خیال آتا ہے یا نہیں ابک لمحہ کے لئے کچھ کھول کر دیکھ کہ زمانہ دوسروں کے ساتھ

کب کر رہا ہے یہی تیرا بھی نجم ہو گا +

(۱۸۰)

بر موجب عقل زندگانی کردن

شاید کردن و سہل ندانی کردن

استاد تو روزگار چاک دست است

چندال بہ سہل زند کہ دانی کردن

کہتا ہے کہ عقل اس لئے ملی ہے کہ صحیح طور پر زندگی بسر کرو اور کرنا بھی یہ

ہی چاہیے لیکن ایسا نہیں کرتے ہو تو سمجھ لو کہ زمانہ ایسا استاد ہے کہ سر پرستے

پڑیں گے کہ بھر سمجھ آ جائے گی +

(۱۸۱)

شرمت نماید ازیں تباہی کردن

زیں ترک ادا مروئواہی کردن

گیرم کہ سرا سرائیں جہاں ملک تو شد

جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

کہتا ہے تجھے شرم نہیں آتی کہ اس دنیا کے جہاں میں پھنکر خود کو تباہ و برباد کر رہا ہے۔ در و دام و نواہی کو بھی ترک کر دیا ہے حرام و حلال کی تمیز اٹھا دی ہے مانا کہ سرری دنیا تیری ملک ہو گئی لیکن سوائے اس کے کہ یہ سب چیزیں تیرے چھوڑنا پڑیں اور کیا کرے گا۔

(۱۸۲)

تو نامدہ بہ بادست ہی کروں
ماخوذیتن آئی زیں تباہی کروں

چیز سے نہ بدی وہم نہ ناشی فسر
پیدا ست کہ امروز چہ خواہی کروں

کہتا ہے کہ تو اس دنیا میں بادشاہی کرنے کے لئے نہیں آیا ہے اس تباہی و بربادی سے باز آذرا غور کر تو ہے کیا تھا وکل کیا ہو گا تو پہلے بھی نیست تھا وکل پھر نیست ہو جائے گا اس لئے اس زندگی کو غنیمت جان پھر سمجھ کہ آج کیا کرنا ہے۔

(۱۸۳)

احوالِ جہاں بردلم آساں می کن
وافعالِ بدلم زخلقِ پشہاں می کن

امروز خوشم پدار و فردا با من

انچہ از کرم تو می سزد آل می کن

ختم کہتا ہے کہ خداوند میرے دل کے لئے اس دنیا کے حالات کو آسان

کر دے، ورنہ دنیا میں لوگوں کے سامنے میرے اعمال سیاہ پر پردہ ڈال دے آج دنیا میں مجھے خوش و خرم رکھ رہا کل قیامت کے دن کا معاملہ تو ہاں

من بدکنم و تو بد مکافات دہی !
پس فرق میان من و تو چیست ہو

کہتا ہے کہ اسے خدا بھلا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس نے دنیا پر گناہ نہ کیا ہو
اگر اس نے گناہ نہیں کیا تو وہ دنیا میں جیسا کیسے پیرا کر میں نے برائی کی اور
تو نے اس کا بدلہ برائی سے دیا یعنی سزا دی تو پھر مجھ میں اور تجھ میں فرق
ہی کیا ہوا ؟

(۱۸۶)

آں قصر کہ بر چرخ ہی زد پہلو
پر در گہ او شہاں بہادندے رو

دیدم کہ بر کنگرہ اش فاختہ
بنشستہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو

دن
دنیا کی بے ثباتی کو دیدہ عبرت سے دیکھنے والا خیام کہتا ہے کہ وہ عالیشان
شامی محل جو بندی میں آسمان سے ہمہری کا دعوے کرتا تھا اور جس کی چمکٹ
پر بڑے بڑے مرتبہ واسے مانتھا ٹمکا کرتے تھے اس میں سے ایک فاختہ کو
بیٹھے ہوئے دیکھا کہ کو کو کر رہی ہے یعنی کہاں ہیں اس کے رہنے واسے
کہاں ہیں ؟

(۱۸۷)

در دیدہ تنگ مور نور است از تو
در پائے ضعیف پشہ زور است از تو

ذات تو ستر است مر خداوندی را
ہر وصف کہ نام ستر است دور است از تو

کہتا ہے مذا یا چنیوٹی جس کی بساط ہی کیا ہے لیکن اس کی ننھی منی سی آنکھ
میں جو روشنی ہے وہ بھی تیرے ہی کرم سے اور ضعیف پھر کٹا گلوں میں جو
طاقت ہے وہ بھی تو ہی نے عطا کی ہے تیری ہی ذات خدائی کے قابل ہے
اور تو پرائیوں سے منترہ اور پاک ہے ۔

(۱۸۹)

اے آنکھ پرید گشتم از قدرت تو
پروردہ شدم نیاز و نعمت تو

صد سال بامتحان گنہ خواہم کرد
یا جرم من است بیش یا رحمت تو

خدا م اپنے ملک پر بندہ اپنے معبود پر نماز کرتا ہے کہتا ہے کہ تیری ہی
دی ہوئی نعمتوں سے بلا بڑھا ہوں میں تو سینکڑوں برس گنہ کر کے اس بار
کا امتحان کروں گا کہ میرے گناہ زیادہ ہوتے ہیں یا تیری رحمت ۔

(۱۹۰)

اے رفیقہ بچو گان قضا بچوں کو
چپ میخوردور است برینج مگو

سکانکس کہ ترا فکرت داند رنگ و پو

اوداند واد داند واد واند و

کہتا ہے کہ تو اس دنیا میں گیند کی طرح ہے جس کو قضا کے سب نے لڑھکا
سے اس لئے تو لڑھکیاں کھاتا ہوا چلا چل کیونکہ جس نے تجھے کور لڑھکایا
وہی جانتا ہے اسی کو حال معلوم ہے ۔

(۱۹۱)

از تن چو برفت جان پاک من و تو

خستے دو نهند بر مغاک من و تو !!

وانگہ ز برائے خشت گوردگراں

در کا لبہ سے کشند خاک من و تو

جب میری اور تیری جان جسم سے نکل جائے گی اور لوگ قبر میں دفن

کریں گے تو دو انیٹیں میری اور تیری قبر پر رکھ دیں گے اور پھر میری اور تیری

سٹی سے دوسروں کی قبر کے لئے انیٹیں تیار کریں گے ۔

(۱۹۲)

تن در غم روزگار سپا د مدہ

مارا ز غم گزشتہ کال یاد مدہ

دل خبر بہ سر زلف پر یزاد مدہ

بے بادہ مباحث و عمر پر باد مدہ

دنیا کے رنج اور غصہ میں اپنے کو نہ پہنسا گزے ہوؤں کی یاد سے

رنج و غم طاری نہ کر دل کو کسی پر یزاد کی زلف میں پہنسا یعنی عشق حقیقی

اختیار کر اور بغیر شراب (معرفت) کے نہ رہ عمر کو پر باد نہ کر ۔

(۱۹۳)

فریاد کہ غم برفت بر بہودہ

ہم لقمہ حسرت ہم نفس آلودہ

فرمودہ ناکردہ سپہ و حکم کرد

فریاد ز کردہ ہائے نافرمودہ

وا حسرتا! یہ ساری عمر یوں ہی برباد ہو گئی
حرام کے لقمہ کھائے اور ہر سانس گناہوں اور برائیوں سے ملوث رہا
جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا ان کے نہ کرنے سے سیاہ رہوں
اور افسوس ہے کہ جن باتوں سے روکا گیا تھا ان کو کیا ۛ

(۱۹۴)

ہر توبہ کہ کر دیم شکستیم ہمیشہ
بر خود در نام و شکستیم ہمیشہ
علیم مکیند اگر کنم بے خسری
کز بادۂ عشق مست ہستیم ہمیشہ
کہتا ہے کہ ہمیشہ توبہ کی اور توبہ کی ہم نے تو خود اپنے اور پر نام و شکست کا
درد اڑہ بند کر لیا لیکن اگر مجھ سے کوئی بات بے عقلی کی سرزد ہو جائے
تو ملامت نہ کرو کیونکہ میں بادۂ عشق سے سرمست و سرشار ہوں اور معذرت

(۱۹۵)

غزۂ چشوی بسکن و کاشانہ
بر عمر کہ بہت حاصلش افسانہ
بھڑاہ بادی و تو افسردہ ز شمع
بر رگبزر سیل چہ سازی خانہ
کہتا ہے کہ یہ محل اور مکانات ان پر غزۂ نہ کر تو ایسی عمر پر اترتا ہے جس کا
ماحصل افسانہ ہے آندھی میں شمع روشن کرنا اور سیلاب کے راستہ
پر مکان بنانا کوئی دانشمندی ہے ۛ

(۱۹۴)

گراسپ و راق است گریہ وزہ

مغرور مشو بدولت دور وزہ !

از قہر فلک بیج کے جاں نبرد

مروز سبوشکست و فردا کوز ۵

کہتا ہے کہ گھوڑے جوڑے سازد سامان میرے جواہرات، اور دور وزہ پائیدار

دولت ان سب چیزوں پر مغرور نہ ہونا کی دسبرد، در شکست و ریخت

سے کوئی چیز بھی نہیں بچی آنے کے ٹوٹنے کی باری ہے توکل کوزے کی ۵

(۱۹۵)

مایم بہ لطف حق تو لا کردہ

وز طاعت و معصیت تہرا کردہ

آجنا کہ عنایت تو باشد با شد

نا کردہ چو کردہ کردہ چون کردہ

خیام کہتا ہے کہ ہم نے اللہ کے اپنے معبود کے لطف و رحم پر بھروسہ کر لیا

ہے اور طاعت و معصیت کے قصور سے غلیحہ کی اختیار کر لی ہے کیونکہ ہم جہاں

ہیں کہ جب میرا دریلے رحمت بدش میں آتا ہے تو برائیاں اچھائیوں سے بدل

جاتی ہیں ۵

(۱۹۸)

اے نیک نہ کردہ و بدیہا کردہ

و انگاہ بہ نجات خود تمتا کردہ

برعفو ممکن تکیہ کہ ہرگز نشود !

نا کردہ چو کردہ کردہ چوں نا کردہ

کہتا ہے کہ اسے وہ شخص جس نے نیکی تو کی نہیں برائی ہی برائی کی ہے لیکن
اس حاس میں بھی نجات کی تمار کھتا ہے تو صرف رحم و کرم پر ہی بھروسہ نہ رکھ
یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو کام نہیں کئے ہیں وہ کئے ہوئے کی طرح ہو جائیں ورنہ
کام کئے ہیں وہ مٹ کر نہ کئے ہوئے کی طرح ہو جائیں۔

حسن یعمل مشقال ذرۃ خیب اسیہ

و من یعمل مشقال ذرۃ شیب اسیہ

(۱۹۹)

زاں کوزہ مے کہ نیست دروے ضرے

پر کن قدرے بخور من وہ دگر سے

زاں پیشتر اے منم کہ در رگنذرے

خاک من و تو کوزہ کند کوزہ گرے

ہاں تو اسے ہر مغاں اس شراب خالص میں سے جس میں کوئی خضر اور

گناہ نہیں ہے ایک قدرے بھر کر مجھے اور سے اس سے قبل کہ میری اور تیری

مٹی سے کوزہ بنائے جائیں خوب پرکھ چکائے

(۲۰۰)

بکشاے درے کہ در کشائندہ تولی

بنمائے رہے کہ رہ نمایندہ تولی

من دست بہ تیج دستگیرے ندیم

کالیشاں ہمہ فانی اندو پائندہ تولی

خداوند میرے دہانے لطف و کرم کا دروازہ کھول دے اور مجھ کو ہدایت کا
راستہ بتا دے اھرننا الصراط المستقیم تو ہی ہدایت دینے والا ہے میں کسی کی دستگیری
نہیں چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب فانی ہیں صرف تجھ ہی کو بقا اور دوام ہے ۔

(۲۰۱)

گہ گشتہ نہاں روئے بکس نہائی
گہ در صورت کون و مکان سپہ الی
دیں جلوہ گرمی بخویشتن نہائی
خود عین عیالی و خودی بینائی
کبھی تو ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ تجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا کبھی ایسا ظاہر
ہوتا ہے کہ کون و مکان کی ہر چیز میں تیرا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور یہ سب
جلوے تیرے ہی ہیں تو خود آنکھ سے غور بینائی ظاہر بھی تو ہے پوشیدہ
بھی تو۔ بقول شاعر

بے حجابی یہ کہ ہر ذرے میں جلوہ آشکار
اور پردہ یہ کہ صورت آجکنا دید ہے

(۲۰۲)

سازندہ کار مردہ و زندہ تولی
دارندہ این چرخ پراگندہ تولی
من گرچہ بدم صاحب این بندہ تولی
کس را چہ گنہ کہ آفرینندہ تولی
اے خدا مردوں و زندوں کے کام بنانے والا تو ہی ہے اور یہ آسمان و سطح
ہی سے قائم ہے۔ میں بڑا سہی لیکن تیرا بندہ ہوں تو میرا مالک و صاحب ہے

میں نے اگر گناہ کئے ہیں تو کسی کو کیا کیونکہ میرا پیدا کر نوالا تو تو ہے *

(۲۰۳)

شخصے بزن فاحشہ گفتا مستی

ہر لحظہ بہ بند و گیرے پابستی

زن گفت ہر آنچہ می نمایم ہستم
شیخا تو چیاں کہ می نمائی ہستی

خیام کہتا ہے کہ ایک شخص نے کسی فاحشہ عورت سے کہا کہ تو ایسی فلیل
ہے کہ ہر وقت دوسروں کی خواہشات کا شکار رہتی ہے عورت نے جواب دیا
ہاں آپ جو کچھ فرماتے ہیں واقعی میں ایسی ہی ہوں لیکن ذرا اپنی طرف تو غور فرمائیے
کہ آپ جیسا اپنے کو ظاہر کرتے ہیں ویسے ہی میں یعنی کیا آپ کا ظاہر و باطن
یکساں ہے

و غطاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکیند

چوں بہ خلوت میر و ندائں کا بہ دیگر میکیند

(۲۰۴)

با من تو ہر آنچہ گوئی از کیں گوئی

پیوستہ مرا ملحد و بیدیں گوئی

من خود مقوم ہر آنچہ گوئی ہستم

انصاف بدہ تر از سد کیں گوئی

خیام کہتا ہے کہ اے زاہد ظاہر میں تو جو کچھ میرے حق میں کہتا ہے کینہ و
بغض سے کہتا ہے ہمیشہ مجھ کو ملحد اور بیدین کہتا ہے خیر میں تو خود اقرار کرتا
ہوں کہ تو جو کچھ کہتا ہے میں ویسا ہی ہوں لیکن ذرا انصاف کر کہ تیرے لئے یہ

باتیں کہاں تک زیبا ہیں *

(۲۰۵)

زال پیشیں کہ از جام اجل مست شوی
زیر لکڑ حاد ثہ ہا پست شوی

سرمایہ بدست آرویں رہ کا بجا
سوئے نیکن اگر تہی دست شوی

خیام کہتا ہے کہ اس سے پہلے کہ فنا آئے اور حادثات کی لاتوں سے
توپا نماں ہو کچھ سڑی اثرت جمع کرے کیونکہ اگر یہاں سے خالی ہاتھ گیا
تو وہاں نفع کی امید بیکار و حماقت ہے *

(۲۰۶)

اے آنکہ خلاصہ چار ارکانی
بشنو سختم ز عالم روح حسالی

دیوے دودی و ملک و انسانی
بالتبت ہر انچہ می نمائی آنی

خیام کہتا ہے کہ اے انسان تو جو اربعہ عناصر (آگ، پانی، ہوا، مٹی)
سے بنا ہوا ہے میں تجھ سے ایک عالم روحانی کی بات کہتا ہوں اور وہ یہ ہے
کہ تجھ میں تیری تخلیق میں قدرت نے ہر قسم کی طاقتیں ودیعت کی ہیں اب
چاہے دندہ بن اور چاہے فرشتہ چاہے کامل انسان یہ تیرے اختیار
میں ہے کہ قدرت کی عطا کی ہوئی طاقتوں سے صحیح کام لے *

(۲۰۷)

اے از حرم ذات تو عقل آگہ نے
در معصیت و طاعت مستغنی

مستم ز گناہ و ز رجا ہشیارم
امید ز رحمت تو دارم یعنی

اے وہ ذات برتر کہ تیری بارگاہ تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اور اے
وہ ذات اقدس کہ تو ہماری طاعت و معصیت سے مستغنی ہے میں اگرچہ
گناہوں میں مبتلا ہوں لیکن تیری ذات سے امید بھی رکھتا ہوں ۛ

(۲۰۸)

اے سوختہ سوختہ سوختنی
دے آتش و دوزخ ز تو آفرین

تاکے گولی کہ برکت رحمت کن
حق را تو کے رحمت آفرین

خیام اپنے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے دل سوختہ تو اسی قابل
ہے کہ تجھ کو دوزخ کا ایندھن بنایا جائے تو کب تک رحمت کی دعا کئے
جائے گا کیا تو خدا کو رحمت کرنا سیکھتا ہے ۛ

ختم شد

گہوار کی کیا خصلت ہے

عورتوں کو مرد برا کہتے ہی ہیں لیکن اگر آپ اپنی خصلت اور عادات و اطوار یا
عبرت نامک عیاریوں کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں

کتاب

مرد کی خصلت پر

جس میں حضرت علامہ ابوالسیان آزاد ایڈیٹر سارہ تیج دہلی نے ایک عجیب
و دلنواز اور دردناک پیرایہ میں لکھا ہے کہ اس طرح ایک مرد اپنی وفادار بیوی پر ظلم
کرتا ہے اور پکڑ و فغان آخری سانس تک اس کا دم بھرتی ہے حتیٰ کہ موت بھی مرد کے قدموں پر
آجاتی ہے مگر افسوس سنگدل شوہر کو مطلق ترس نہ آیا۔ علاوہ ازیں مردوں کی قسمیں
اور ان کی نئی نئی عادات و خصلتیں دیکھ کر گئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر آپ حیرت میں رہ جائیں گے
کتاب میں تو آپ کی نظر سے بہت سی گزری ہوئی لیکن اس طرز کی یہ کتاب جتنا کہ
دیکھی ہوگی حقیقت میں حضرت علامہ نے اس کتاب کو اپنی تصنیف عورت کی فطرت
کے جواب میں لکھا ہے۔ اور خوب لکھا ہے۔ بیوہ پچھپائی کتاب ہے ناظرین کرام
ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ کاغذ نہایت چمکا۔ چھپائی دیدہ زیب اور اس پر خوبی یہ کہ
قیمت صرف چھ آنے (۶) علاوہ محصول ڈاک

پینچر شاندار باب ڈپو جامع مسجد دہلی

تلج العروں

جس میں حضرت علامہ ابوالہیاء آزاد ایدہ شریعہ دہلی نے بڑی بڑی نامور اور بھرپور کامیابیوں کے آزمودہ واقعات روز
مواصلت کی بیش قیمت مصلحت کوٹ کوٹ کر لکھ دی ہے۔ حضرت علامہ کی دہلی پر دست اور اعلیٰ ترین تصنیف ہے جو
محنت شمار اور مدنی تصنیف کتابوں کے مقابلے میں بھی کسی سے کم نہیں۔ اس میں صنف نازک کے ہر پہلو پر غور و فکر کی ہے
ہر ایک نکات کو ہدایت دیکھ کر یہ ادب و رحمت سےیں۔ دوسری نگاہ کیا ہے۔ پڑھنے والے کو اس کے مطالعہ کے
بعد دوسری کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ درحقیقت یہ کتاب صمد عربی فارسی اور ہندی معنیوں
کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ صوری و صنف میں کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ کا لکھا ہے بہت خوشنما و دیدہ زیب
ہے نیز ایک قیمتی نسخہ کی تصویر آرٹ پیپر پر بھی طبع کر لی گئی ہے۔ قیمت بارہ آنے ۱۲/۱۰ علاوہ معمولی ڈاک۔
ناظرین کی دیکھی کے لئے مختصر فہرست غزالت درج ذیل کی مانی ہے۔

فہرست غزالت مضامین

شہر شہاب بالذاتوں کا پرشیرہ گنج
اندر شہر کا تعلق ایوان عصمت سے
نقشہ تاج شہاب سے مساس
خوشہ چینی کا سامان طریقہ
بوسے کے مخصوص مقامات
مساس کے سوزوں مقامات
مقام اہل تعارف اور قریب
مرد کی سے، مقامی پر اشک حسرت۔

باب
یکر نسوں کی آفتاب میں کی تعریف
چترنی کی تعریف، چترنی کی تعریف
شکستی کی تعریف، عورت کی تین قسمیں
یکر نسوں کا قدرتی آئینہ۔

باب
پریمال سے مواصلت کا طریقہ
مسلک میں حلیت پر ہمارے راستے
مواصلت کا قدرتی اصول
مواصلت کا مقصد اصلی
محبت کی جہان پر قہرانی کی تجربہ
جسم نسوں کی بدویت
جسمانی خدائات اور محبت کی برقی ہر
شع حسن پر پروانہ اسے عشق کی عاشق
حسن و محبت کا رنگین فلسفہ۔

ایوان عصمت کے دو حصے
شہر شہاب میں چترنی
دوسری کا قیوت
شہر شہاب میں چترنی
باب
عصمت کی حفاظت
عوار سے ادراک، بے مقوی وہ
صدا سے توجہ برقی مجسم
صدا سے شہر شہاب

باب
رہا خور شہاب شہاب کی علامہ
خوشہ چترنی پر رقیب اداستار
محبوب شہر شہاب، اسے توجہ
نہایت، وہ اور عصمت کا پردہ

باب
دقائق شہر شہاب
جوش کسی اور ملک منور ہر وقت
پہلے شہر حسن اور ہر طرف رنگین
عروس، وہ کو مست کرینا طریقہ
شاہ حسن کے شہر پر حجاب کا جہد
حسن عریاں کی بے غیظی
نجماء میں سے دو جام رنگین
شمع حسن پر پروانہ اسے عشق کی عاشق
منہ صدمہ رنگ

باب
اساس شہر شہاب
عہد شہاب کی دوسری رنگینیاں
قصر شہاب میں داخلہ
شہر شہاب میں کی توجہ
روشنی زیبا پر رقیب
غار صوفیہ کی رنگینی
کا کل سیاہ نام
یکر حسن کی چترنی
آسمان حسن پرستارہ رمانہ دار۔

باب
مستی، لہو و لب لہو کی شہر شہاب
درندوں کی گوہر زری
پیکر ناز کی صراحی درندوں
آتش تیرپا کی شہر
لذت وصال کا جذبہ شوق
دست، ہر کی ہر کی کوئی
کھٹ خانی پر خونی جھک
عمل انگشت کی کمر من بستہ
دایم، درساں میں کی رعنائیاں
پائے نگارین کی دشمنانی
باب
حرم حسن نازت قیامت سے ماہر

<p>دامن عفت پر زبانت کے سوتی پیکر نسایت اور جذبات محبت باب نسوانی زندگی۔ محکمین جمال اور سے خوشی۔ صفت نازک کی عصمت کا آئینہ کثرت جوارح کے خطرناک نتائج محبوب سے لطف اندوزی کا وقت۔ قوت باص کے لئے مجرب دواز مودہ نسخہ۔ جوانی کی بہار چہرے انگیز ارتعاش آرٹ میٹھ کی تعجب خیز درازی۔ طلار کیف افزا۔ طلار نشاط افزا۔ تحفہ شباب حب مسک مسکی شریت گندہ شریت پیاز عطا بیضہ سرخ خضاب دھمکہ چہرہ کی پاکیزگی رخساروں کی خوشنوائی کے لئے۔ خضاب جسم استقرار حمل طلار براس کے مبلوق سفوف جریان میعون</p> <p>تمام شد</p>	<p>گلستان حسن کی کچی کلیاں معصوم حسینہ پر دردناک مظالم انتخاب لو شاہ اور شادی کے نتائج۔ نوشاہ کی عمر کا لحاظ ذات یا خاندان کا امتیاز۔ زن و شوہر کی تعلیم تربیت اور تہذیب و اخلاق بہ طرز معاش کا لحاظ۔ سرمایہ داری کا ناجائز استعمال ہندوستانی مراسم کا بدترین نمونہ شرائط نکاح کے تاریک پہلو۔ باب عروس نوادہ شب و صبح عروس نو شاہ بستر میٹھ پر گنجینہ دل میں محبت کے جواہر ہیں حسن و محبت اور آئینہ کی لطافت۔ بارگاہ حسن پر محبت کا مجیدہ نیاز۔ ابتدائے محبت اور حالت انسانی۔ محبت حقیقی اور سطحی میں فرق عشق و خرق کے اوقات عشق مجازی اور حقیقی محبت اسے دوبہ عشق کا نیا باب زن و شوہر کے تعلقات پر اجمالی نظر باب عشق و محبت کے باب میں۔ حجب عیش پر عروس بہار کے جذبات باغ تمنا اور خوشہ چینی کی ضرورت۔ آثار شیریں سے مستانہ جھیر کھچاڑ لکھ حسن پرستی کی علامت سیم بہ ہنسہ تصویر دوستی اور محبت پیکر نسوان اور تمتہ درستی پیکر جمال کی ذہانت کا اعتراف۔ ایک عبرتناک واقعہ</p>	<p>کیفیت حسن پر ایک نظر۔ حسن اور رنگ کا مقابلہ چہرہ میٹھ کی تعریف۔ باب سامی اور تہو کی زانیہ اصل راز اولاد کی پرورش محبت کی گود میں محبوبہ کی تباہوں کا جھگڑا نتائج آفتاب حسن کی محبت آمیز کرنیں محبت سے محبت کا تعداد منہ عشق و محبت میں مقناطیسی کشش باہمی اخلاقیات کے تلخ تجربات تعلقات زن و شوہر اور نوشاہ کے فرائض حسرت دیاں کی تار کی میں امید کی کرن۔ باب زن و شوہر کی باہمی کا دوسرا پہلو شادی صغیر سنی کے خطرناک نتائج ایوان حسن کی صفائی۔ ایوان عصمت کی فراخی۔ حرم حسن کو تنگ کر نیکا مجرب نسخے پرستار حسن کی بدہوشانہ لغزش علائے بادام کا شاہی نسخہ۔ رسوم بد اور اطراف بجا۔ شادی صغیر سنی کے نتائج کا دوسرا پہلو ایک افسوسناک داستان کا آغاز شان امارت کا ایک منظر۔ باب (سلسلہ داستان) باب شباب کی سرخجانی ہولی کلیاں۔ خرم شباب پر برقی ظلم کی تڑپ۔ والدین کی آتش محبت کا غلط استعمال نوشاہ کی شادی کے اوقات دانشد والدین کا صحیح راہ عمل۔</p>
--	---	---

عورت کی فطرت

(بانتھویر)

یوں تو آپ کے ملاحظہ سے بہت سی تصانیف گزری ہو چکی ہیں لیکن اگر آپ واقعی قدردان ہیں تو اس گنجینہ جابر کو کوڑوں کے مول خرید کر ملاحظہ فرمائیے یہ کتاب ابوالبیان آزاد مدبر سالہ سیخ دہلی کی وہ ایاب تصنیف ہے جس کا سجادہ حقیقت میں کتاب کو سونے سے تو لکھ رہا ہے۔ اس میں دو پیش بہا معلومات کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے جس سے بڑے بڑے بھگت کار سینے آجنگ خالی ہیں عورت کی فطرت و خصلت کے متعلق اس قدر جامع اور پرازد معلومات کتاب کوئی نہیں ہے اس کتاب میں خلیفہ ہارون الرشید اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کا ایک مسافر عابد بن زبیر کو عورت کے عیار تباہی کے اثر میں گرفتار کر لینے کے حالات اور اس کی وہ زبردست تقریریں درج ہیں کہ جو عابد بن زبیر نے برسر دربار عورت کی عفت اور فطرت و خصلت پر نہایت دلچسپ اور موثر پیرایہ میں کی تھی اس کے علاوہ حیرت انگیز داستان بھی درج ہے جو کہ عابد بن زبیر نے قتل کے بعد جیل خانہ میں ایک معزز سردار کے روبرو کی۔ اس حیرت انگیز داستان میں عابد بن زبیر نے ایک سچے اور تاریخی واقع سے عورت کی وہ عیاریاں بیان کی ہیں جن کو پڑھ کر انسان عقل کے طوطے اڑ جائے ہیں اس قصہ کو خلیفہ خود قید خانہ میں پوشیدہ طور پر سن رہے تھے۔ اس کے بعد عابد بن زبیر کی پرہیزی اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کی شکست کے دلچسپ حالات پڑھنے سے نظریں رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں نون بلاک کی سرکاری تصویر کے نگہانی اچھپائی اعلیٰ درجہ کی۔ کاغذ چمکانا اور نفیس۔ اس پر جو بیانیہ قیمت صرف آٹھ آنے (۸) علاوہ محصول اک۔

<p>خلیفہ ہارون الرشید کی میر تقی میر کی غنیمتیں آپنی آواز کی تلاش اور کامیابی مسافر سے سوالات و جوابات خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کا منظر عابد بن زبیر کی بارہابی تجربات سے لبریز تقریر عورت مرد کیسا کہ بجا طریق اختیار کرتی عورت کی بھی فطرت عورت میں بناوٹ اور ضد کا ادھ عورت جس کا عجب ہے عورت کجس ہوتی ہے عورت ہونا اور بد عہد ہوتی ہے۔ عورت کو زوار نہ بناؤ۔ عورت اپنا راز کیونکر ظاہر کر سکتی ہے عورتوں کا ایک بدترین عیب عورت کو متعلق کر نیک طریقہ عورت کیونکر مرد کو کھانسی ہے عورت مرد پر کب فریفتہ ہوتی ہے عورت کے جذبہ انعام کی حالت۔ عورت عیارہ و مکار ہے۔ عابد بن زبیر اور ایک معزز سردار کی گفتگاری۔</p>	<p>عابد بن زبیر سے عربی سردار کی گفتگو قید خانہ کا منظر ہارون الرشید کا خواب و قید خانہ کو روانگی و حالات و واقعات کی بھری عابد بن زبیر اور قصہ گوئی کا آغاز مطرب کی غزل خوانی باسم میں نوجوان کی حواست بہ ماں کی مطرب پر خفتگی و زینب کی ایک نئی عیاری نوجوان کی تلاش میں عیاری باسم زینب کی نقد سرائی شیر شاہ ڈاکو کی آمد۔ زینب اور ڈاکو کی روانگی زینب ڈاکوؤں کی گھائی میں۔ پراسرار حادثہ کا انکشاف بہ خونریز جنگ ڈاکوؤں کا جانک حملہ خلوت کردہ میں شیر شاہ کی ناکام کوشش قید خانہ میں زینب کا دام فریب غزل خوانی میں عیاری لباس بدل کر فراری پارسائی اور عیاری کا مقابلہ عیاری کے ذریعہ مردن کی مرمت مرمت کے بعد عزت زینب کی دوبارہ گرفتاری پر جھگڑا۔</p>	<p>فیصلہ میں عیاری انتخاب میں جھلساری زینب کی فنی کن تقریر انعام و اکرام میں پوشیدہ راز تخلیہ میں تداریک و نجات کھانے میں زبیر ملائی کی نہر دعوت طعام یا موت کی گھنٹی حیرت انگیز دلوں کے مصیبت کا نیا حال عیاری کے بعد فراری رنگستان میں ایک دردناک آواز طالب مطلوب کی ملاقات عاشق محبوب کے قدموں پر کلاش بار میں سرگرمی۔ مفارقت کے بعد وصال سوال بار اور کامیابی شب وصال باعد انداز گفتگو شرعی جیل عیاری پر ہوشیاری بھروئی سبے بھنی عورت کے خوف مہینی ہے عورت جفاکش اور گھنٹی ہے دوبار میں دوبارہ حاضری رہائی</p>
---	---	--

منشی شاد آرکب ڈیو جامع مسجد دہلی

فن لطیف کا جزو اول یعنی بوسے کے متعلق تاریخی و ادبی معلومات کا ذخیرہ

کتاب ابتدائے عیش

ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک محبت کے کارناموں میں جس خوشگوار اور کامیاب نمونہ باب میں سب سے پہلے انسان کو وہاں ہونا پڑتا ہے وہ صرف ایک سینہ کا بوسہ کہلاتا ہے۔ عاشق یا محب کسی پکیڑ جمال کی محبت میں کتنی تکالیف کیوں نہ برداشت کرے سخت سے سخت مصیبتیں کیوں نہ اٹھائے لیکن جسوقت وہ اپنی محبوبہ کا لطیف ترین بوسہ لیتا ہے تو اس کی تمام کلفتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور وہ اپنی تمام تکلیفوں کے بدلہ میں صرف ایک بوسہ کو بہت اچھا اور ارزاں سمجھتا ہے۔

بوسہ کی تاریخ

کائنات عالم کے وجود کے ابتدائی دور یعنی قدیم زمانہ میں بوسہ کی کیا حقیقت تھی اس کے بعد کیا ہوئی۔ پھر بوسہ میں کیا کیا تاریخی انقلاب ہوئے۔ کون کون سی جنگیں صرف بوسہ کی بنیاد پر ہوئیں اور موجودہ زمانہ میں مغرب نے بوسہ لینے کا کونسا کیف اور طریقہ نکالا ہے نیز بوسہ کس طریقہ سے لینا اصول صحت کے مطابق ہے۔ یہ تمام باتیں پوری پوری تشریح و توضیح کے ساتھ کتاب ابتدائے عیش میں نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں۔ ایسے لطیف عنوان پر اس قدر وضاحت کے ساتھ بہت کم کتابیں طبع ہوئی ہیں شائقین ادب کیلئے ذخیرہ معلومات اور بہترین تاریخی شغل ہے۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی مناسب ہے۔ قیمت فی جلد صرف ۱۲۰ محمولہ ڈاک علاوہ ہے۔

منیجر شاندار بک ڈپو۔ جامع مسجد دہلی

”کچے دھاکے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے“

ہر سنگدل کو سخت کر نیوالی کتاب

تسخیرِ کامل

تیر نظر کے گھائیں عشاق جہاں۔ فلک کے ماتے ہوئے مایوس روزگار، بیوی کے ستائے ہوئے نیک
سیرت شوہر۔ آفات ناگہانی و بلیات آسمانی کے مریض، دشمنی جان سے ڈرے ہوئے مغلوب انسان
ظالم کے ماتے ہوئے مظلوم۔ حاکم کو مہربان بنانے کے طالب، خوش ہوں کہ یہ کتاب مجموعہ اوصاف،
دہماتے نشاط ہے۔ ہر مشکل کو آسان کر نیوالی۔ ہر تکلیف کو راحت بنانے والی۔ ہر مہم کو سہل کر نیوالی۔
ہر ظالم کو رحمدل بنانے والی۔ ہر حاکم کو محکوم کر نیوالی۔ ترقی، روزگار کا ذریعہ اور آفات آسمانی سے نجات
دلائی کی ضامن ہے۔ کلام ربانی اور آیات رحمانی کے اوصاف سے کون ہے جو انکار کر سکتا ہے
اس کتاب میں نہ تجرب عملیات اور کامیاب و ظائف درج کئے گئے ہیں جو اب تک عام
لوگوں کے علم میں نہیں وہ اصحاب جو بازاری کتابوں کے غیر مکمل و ناقص اعتبار میں پر عمل کر نیچے
بعد مایوس ہو بیٹھے ہیں۔ اس ذخیرہ نایاب کو بھی آزمائیں۔ مصنف کا مقولہ ہے کہ اگر اس کتاب کی
ہدایات پر عمل کیا جائے۔ تو عامل تمام دنیا کو مسخر کر سکتا ہے۔ اور ہر متنفس کے دل پر قابض ہو جائے
کوئی بڑی بات نہیں۔ مخلوق و محبوب کے دل کو مسخر کر نیچے لے حضرت علامہ ابوبلیان آزاد
مدیر رسالہ تنقذ دینی نے عقلی و عملی دونوں ذرائع نہایت آسان و کامیاب طریقے سے ارتقا میں لائے
ہیں۔ کہ حد و بس۔ اس میں مخلوق و محبوب کو مسخر کر نیچے لے عقلی طریقے ہیں۔ اور نایاب ظائف
بھی کلام ربانی اور علم و عقل کی قدر کر نیوالے حضرات ضرور طلب کریں۔ کاغذ چمکنا۔ چھپائی عمدہ
قیمت صرف آٹھ آنے (۸) علاوہ محصول ڈاک۔

لے کا تہہ ۸ منیجر شان دار یک ڈپو جامع مسجد دہلی